

UNIVERSAL  
LIBRARY

**OU\_224824**

UNIVERSAL  
LIBRARY



# کارروائی

ندوة العلماء ودارالعلوم بابت سالہ منقہ

جو

ندوة العلماء کے اجلاس ہشتم منعقدہ ۲۲-۲۴-۲۵-۲۶ شعبان ۱۳۱۹ھ بمطابق ۱۹۰۱ء

میں

تقریر شیخ عبدالقادر صاحب بی اے ایڈیٹر انور و مالک  
مخزن لاہور و قصیدہ عربیہ مولوی عبدالجبار صاحب عمر پوری

بایامے

جلد انتظامیہ ندوة العلماء



منظوم از انوار محمدی کی زمیں چھوڑ کر تارکین عالم کی گریں  
مردن از انوار محمدی کی گریں چھوڑ کر تارکین عالم کی گریں

## یا تو مت اجیبوا دعی اللہ

مسلمانو! اپنے خیر خواہوں کی پکار سُنو! وہ تمہاری دینی و دنیوی بہبودی کے واسطے اپنا وقت صرف کرتے ہیں اور اپنا خرچ کر کے ندوۃ العلماء کے جلسوں میں شریک ہوتے ہیں اور اب تک کسی قسم کی بیزیتی یا اغراض نفسانی کی ان کا مون میں شرکت نہیں اگر تینے انکی محنت اور جانفشانی کی قدر نہ کی اور انکے شریک نہ ہوئے تو تم خود خیال کرو کہ ایمین کس کا نقصان ہے؟ کیا وہ شخص جو اپنے بھائیوں کو تباہ ہوتے دیکھے اور ہاتھ نہ ہلائے اور زور و زور سے دریغ کرے مواخذہٴ اُخرویٰ سو بیخ سکتا ہے یا دنیا میں کوئی قوم تباہ اور ذلیل ہو تو اسکے کسی فرد کو شخصی عزت حاصل ہو سکتی ہے ہرگز نہیں۔ خدائے ڈر اور جوت و دولت خدانے تکویدی ہے اُسکو اسی کی راہ میں صرف کر دو اگر نہ وہ علما کے ارکان اس بات کے موہمند ہوں کہ اسکی وجہ سے انکی عزت بڑھے اور اقتدار چل ہو تو تمکو انکی بات نہ سُننا چاہیے مگر جبکہ وہ تمہاری بھلائی کا سامان جمع کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دنیا میں تم عزت اور خوشدلی کے ساتھ زندگی بسر کرو اور آخرت میں بھی تمکو خلاصے سامنے سُرخروئی حاصل ہو تو پھر انکی تجویز دینی تمیل سے اغراض کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

ندوۃ العلماء نے جو کام شروع کیے ہیں ان میں سے زیادہ اہم اور مفید دارالعلوم اسلامیہ جو کھنڈ میں کھولا گیا ہے اور طلبہ کے رہنے کے لیے دارالاقامہ (بورڈنگ ہوس) قائم کیا گیا ہے اور اسکے لیے کولہ گج میں ایک عمارت ہزار بارو پیہ صرف کر کے درست لگی ہے تاہم وہ عمارت موجودہ حالت کے اعتبار سے بکنی کافی ہے چہ جائیکہ وہ درجے جو اب تک کھولے نہیں گئے کھول دیے جائیں علاوہ اسکے وسط شہر میں دارالعلوم اور دارالاقامہ کا ہونا اغراض ندوۃ العلماء کے منافی بھی ہے ابتدا میں کام شروع کر دینے کی غرض سے اس عمارت کو لے لیا گیا تھا اب ارکان چاہتے ہیں کہ باہر شہر کے مناسب مقام پر اپنی ضرورت کے موافق عمارتیں بنوائیں مگر اسکے واسطے زر خطیر کی حاجت ہے اور جب تک ائمہ مسلمان توجہ نہ کریں یہ حاجت پوری نہیں ہو سکتی۔ دوسری بہت اہم ضرورت وظائف کی ہے جس کوشی وظائف جمع ہونگے بقدر شرف کے بچوں کو فائدہ حاصل کرنے کا موقع ہوگا وظیفہ اعانت کی مقدار پانچ روپیہ ہمارے میسر ہے ضرورت کتب خانہ کی ہے علاوہ اسکے دارالعلوم مصارف ضروری لیے دشل تنخواہ مدرسین کافی اور مستقل سرمایہ ہونا چاہیے جس پر مدرس کا بقا اور تنہ کام موقوف ہو اور چندہ سے جو کام کیا جاتا ہے ہسکوا استحکام نہیں ہوتا۔

نزدہ  
۱۳۵۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
وہ نستین

جناب صدر انجمن - ارکان ندوۃ العلما - عیان صوبہ بنگال!

قبل اسکے کہ میں ندوۃ العلما کی سالانہ کارروائیاں بیان کروں ایک اہم اور ناگزیر واقعے کا  
انصوس اور حسرت کے ساتھ اظہار کرنا چاہتا ہوں جس سے ایسے موقع پر چشم پوشی کرنا  
اسپاسی میں داخل ہے اور وہ محترمی ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی وفات کا سانحہ ہے جو  
ربیاسات کروڑ مسلمانوں کی فرمائروا تمہیں اور جس کے عہد میں ہم سب مسلمان نہایت آزادی  
ساتھ اپنے فرائض نہ ہی ادا کرتے تھے بیان تک کہ اپنی دینی و دنیوی بہبودی کے  
خیال سے ہم نے ندوۃ العلما قائم کیا اور آج اس قدر علما مشائخ - رؤسا - اور عامہ اہل اسلام  
جگہ جمع ہوئے ہیں جسکی نظیر چند سال پیشہ نہیں مل سکتی - مگر دنیا میں سنج و راحت تو ہم میں  
دعوت ہونا چاہیے کہ ان کے بعد وارث تخت و تاج ایڈورڈ، ہسٹم نے عنان سلطنت  
اپنے ہاتھ میں لی ہے اور وہ اسی عالیشان ملک کے خلف الرشید ہیں جسکی خوبیاں لوگوں کو  
ہمیشہ یاد رہیں گی۔

حضرات! سال گذشتہ میں ندوۃ العلما کا اجلاس ہفتم جن شان و شوکت کے ساتھ  
عظیم آباد پٹنہ میں ہوا ہے اسکو اکثر حضرات نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور جنھوں نے نہیں  
دیکھا ان کو روداد کے دیکھنے سے اسکا اندازہ ہو چکا ہوگا اس جلسے کی سب سے بڑی خصوصیت  
یہ تھی کہ ہمیں نئے اور پرانے خیال کے دونوں گروہ شریک تھے۔ ان کے ایک جگہ جمع ہونے  
اور ایک دوسرے کی تقریروں کے سننے سے بنگالی کے جناب بہت کچھ نفع ہو گئے ہیں

علماء نے انکو محبت کی نگاہوں سے دیکھا اور انھوں نے علما کے ساتھ ادب اور حسن کا برتاؤ کیا ہے امید ہے کہ رفتہ رفتہ وہ حد فاصل جو سد سکندری سے زیادہ مضبوط سمجھی جاتی ہو ہسائے منشور ہو کر اڑ جائے گی اور ان دونوں کے خیالات ایک سطح پر آجائینگے مگر وہ سطح وہی ہوگی جسکو ہم صراط مستقیم سے تعبیر کرتے ہیں۔

چندے کے اعتبار سے اس جلسے کو گذشتہ جلسوں سے امتیاز نہیں تھا مگر جس حبش اور بیتابی کے ساتھ مسلمانوں نے مدد کی ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ باوجود کوشش کے لکھنے والوں کو دینے والوں کے نام نہیں معلوم ہو سکے یہی وجہ سے رواد کی فرستین بہت دینے والوں کے نام سے خالی ہیں۔ بہت سے حضرات ایسے بھی ہیں جنکا نام کسی طرح دریافت ہو گیا مگر وہ اسپر رضا مند نہیں ہوئے کہ انکے نام کی اشاعت کی جائے۔ مسلمانوں کا یہ خلوص اور لہیت بڑی قدر اور اعتراف کے قابل ہے۔

جلسے سے پہلے پٹنہ میں طاعون کی چند وارداتیں ہو چکی تھیں اسوجہ سے رائین متزلزل ہو گئی تھیں کہ اس سال پٹنہ میں جلسہ کیا جائے یا نہیں۔ آخر کو کچھ دنوں کے لیے اسکو ملتوی کر دینا پڑا۔ اسکے بعد پھر رُو ساے پٹنہ نے صاحب کشنر بہادری بہت پٹنہ سے مشورہ کرنے کے بعد دعوت دی اور جلسے کی تاریخیں مقرر کیں اور جلسہ بہت مہوم سے ہوا اس اثنا میں کوئی واردات نہیں ہوئی لیکن جلسے کے ہو چکنے کے بعد ہی زور و شور سے طاعون پٹنہ میں آیا اور ایک عرصے تک طاعون کی شدت رہی آہیں جب کمی ہوئی تو ہیضہ آیا ان متواتر پریشانیوں کی وجہ سے رواد کی اشاعت میں بہت تاخیر ہو گئی رُو ساے پٹنہ جنھوں نے کام کیے تھے پریشانی کیوجہ سے ارکان و چندہ دہندگان کی فرستین اور گوشوارہ آمد و صرف اور انتظامی رپورٹیں نہیں دیکھے ایک مدت کو بعد حساب کے کاغذات دستیاب ہوئے تاہم بعض مقاموں سے فرستین اُسوقت تک نہیں آئیں جب تک کہ رواد چھپ نہیں چکی اور انتظامی رپورٹ ملی ہی نہیں وہ دفتر کی تصفیر ترقی

دو ہشتون سے مرتب کی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بے ترتیبی کی وجہ سے فہرستوں میں بہت سی غلطیاں رہ گئی ہوں گی۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ چندہ دینے کے وقت مسلمانوں نے ایسا جوش ظاہر کیا تھا کہ انکو اپنے نام کے بتانے اور ظاہر کرنے میں بھی تامل ہوتا تھا بہت سے حضرات کے نام بھی نہیں لکھے جاسکے جسکا ارکان انتظامیہ ندوۃ العلماء کو سخت افسوس ہے مگر مذکورہ بالا مجبوریوں پر جو حضرات خیال کریں گے وہ امید ہے کہ ان فروگذر ہشتون سے درگذر فرمائیں گے۔

حضرات! ہلکواس بات کا سخت افسوس ہے کہ جلد گزشتہ میں سوء اتفاق سے ہمارے خاص خاص ارکان شریک نہیں ہو سکے۔ جناب مولانا محمد لطف اللہ صاحب اسی زمانے میں سخت علیل تھے اور صرف علالت کی وجہ سے انھوں نے رخصت حاصل کی تھی اور دہلی میں علاج کر رہے تھے۔ مولانا ابو محمد عبدالحی صاحب دہلوی نے بھی علالت کی وجہ سے مسہل لیا تھا اور شمس العلماء مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی کے والد ماجد شدت سے علیل تھے اور اسی زمانے میں انھوں نے رحلت فرمائی۔ ان مجبوریوں پر نظر کر کے ہر شخص پر اسے قائم کر سکتا ہے کہ انکا شریک نہ ہونا مجبوری سے تھا باوجودیکہ مولانا محمد لطف اللہ صاحب کو حسب دستور نواب مدارالہمام سرکار عالی نے شرکت جلسہ کی اجازت عنایت فرمائی تھی اور خود مولانا مدوح بھی چاہتے تھے (جیسا کہ انکی ایک تحریر جو رواد کے صفحہ ۱۲ پر درج ہے) یہ امر ثابت ہوتا ہے مگر صحت و مرض پر کسکو قابو ہے وہ شریک نہ ہو سکے۔ اسکو ہمارے بعض احباب نے رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کیا ہے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ اہل اسلام کو باور کرائیں کہ ان حضرات کو ندوۃ العلماء کے ساتھ کچھ دلچسپی نہیں ہے۔ شاید وہ اس بات کو نہیں جانتے کہ جسکو خدا نے عقل سلیم دی ہے وہ ایسی دوراز کار باتوں پر نظر نہیں کرے گا۔ ندوۃ العلماء کی عمدگی کی بیشک یہ بھی ایک دلیل ہے کہ اسکے ارکان ایسے ایسے عالم و فاضل ہیں جو اپنی اپنی قابلیتوں کے اعتبار سے

ہندوستان میں بے مثل سمجھے جاتے ہیں۔ مگر اسکی حسنِ خوبی کو یہی پر محدود سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ اسکو جو کچھ قبولیت و عظمت ہے وہ اسکے مقاصد اور وقت و ضرورت کے اعتبار سے ہے۔ یہ کون نہیں جانتا کہ آجکل ہم مسلمانوں میں نفاق اور خود غرضی کا مادہ بڑھتا جاتا ہے اور دنیا میں کوئی قوم جمین اسی رذیل خصلتیں ہوں تنزل سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتی۔ سچ یہ ہو کہ خود ہمارے ناعاقبت اندیش بھائیوں نے مذودۃ العالما کی ضرورت کو یقین کے مرتبے پر پہنچا دیا ہے۔ اگر ہم میں ایسے لوگ موجود نہ ہوتے تو اپنے ہی گھر میں آگ لگا رہے ہیں تو مذودۃ العالما کے قائم کرنے کی کچھ ضرورت نہ ہوتی۔

سال زیر بیان میں حسب معمول جلسہ ماے انتظامیہ باوقات مختلف منعقد ہوئے اور ان میں علاوہ انتظام معمولی کے حسب مندرجہ ذیل مباحث طے ہوئے۔

جلسہ ماے  
انتظامیہ

(۱) ہر مجسٹی ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی وفات پر اظہارِ افسوس کے ساتھ یہ تجویز منظور ہوئی کہ انکی یادگار میں وکٹوریہ اسکالرشپ کے نام سے وظیفہ قائم کیا جائے۔

(۲) درجہ اوسط کا یکساں لٹھاب بنایا گیا اور انگریزی زبان دانہ انی کا لٹھاب جسکو منشی احتشام علی صاحب نے ترتیب دیا تھا منظور ہوا۔

(۳) یہ تجویز منظور ہوئی کہ دارالاقامہ میں مستطیع طلبا کے قیام و طعام کے لیے علاوہ پانچ روپے ماہوار کی شرح کے دو تشرین اور کھولی جائیں۔ اعلیٰ درجے کی شرح پندرہ روپے ماہوار اور متوسط کی دس روپے ماہوار اور ادنے کی شرح وہی پانچ روپے ماہوار جو پہلے تھی۔

(۴) مولوی مسیح الزمان خان صاحب اُستاد حضور نظام دکن و رئیس شاہ جہانپور نائب ناظم منتخب ہوئے۔

(۵) یہ تجویز منظور ہوئی کہ ایک خزانچی مقرر کیا جائے جس سے پانسو روپے کی

ضمانت لیجائے اور کوئی چک بدون تصدیق نائب ناظم اور ایک رکن مال اور بصورت  
غیر موجودگی نائب ناظم ایک رکن مال اور ایک رکن انتظامی غیر ملازم کے قابل نفاذ  
نہ ہوگا۔

(۶) یہ تجویز منظور ہوئی کہ ہفتہ وار داخل و خارج کے نقشے ارکان موجودہ شہر کے  
پاس بھیجے جائیں اور اسے دستخط کرا کے محفوظ رکھے جائیں۔

(۷) یہ تجویز منظور ہوئی کہ اجلاس ششم ندوۃ العلماء میں یہ تحریک پیش کی جائے کہ قواعد  
وضو اب ندوۃ العلماء کی ترمیم تجدید تیسخ کے لیے ایک مجلس خاص حسب دفعہ ۶ منتخب  
کی جائے۔

شروع سے دارالعلوم کے انتظام میں جو نمایاں ترقی ہوتی آئی ہے  
انتظام دارالعلوم اُسکے لحاظ سے سال زیر بیان میں کچھ کم ترقی نہیں ہوئی جیسا کہ  
آج کو دارالعلوم کی مفصل رپورٹ سے معلوم ہو گا میں اس موقع پر اُنھیں باتوں کا ذکر کرنا  
چننا چاہتا ہوں انتظامیہ ندوۃ العلماء سے تعلق ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس سال  
درجہ متوسط کی یکساں خواندگی کا افتتاح کیا گیا دوسرے یہ کہ حسب تجویز انتظامیہ منعقدہ  
۲۶ سوال ۱۳۵ھ کے انگریزی زبان دانی کا نصاب مرتب کیا گیا اور غرہ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ  
کو انگریزی زبان دارالعلوم میں داخل کی گئی جس کا زبان ثانی کے طور پر ہر طالب العلم  
اختیار کر سکتا ہے۔

مگر صا جو! انگریزی زبان کو دارالعلوم کے نصاب میں داخل کرنا بہت سہو  
لوگوں کو اس حیثیت سے ناگوار ہے کہ علوم و فنون عربیہ کے ساتھ اسکا اختلاط آنکو پسند  
نہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ تھوڑے دنوں کے بعد انگریزی غالب اور عربی مغلوب  
ہو جائے گی۔ یہی نظیر میں وہ دوسرے مدرسوں کو پیش کرتے ہیں۔ یہ خیال انکا شاید  
نیک نیتی پر مبنی ہو مگر اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ان حضرات نے سرسری طور پر یہ رائے

قائم کر لی ہے۔ ہر کام میں احتمال کو بہت کچھ گنجائش ہوتی ہے اگر احتمال ہی کو پیش نظر رکھا جائے تو دنیا میں کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ خود ارکانِ مذوقہ العلماء کے خیالات میں خشکے ہاتھ میں دارالعلوم کا حل و عقد ہے آئندہ تبدیلی ہو یا انکے قائم مقام ان جیسے پیدائے ہوں جس سے مذوقہ العلماء اور دارالعلوم کے حصول و مقاصد بدل جائیں تو اسکی دوسری بات ہو۔ ورنہ اسکی کوئی وجہ نہیں کہ انکے خلاف فراج حصول خود بخود قائم ہو جائے اور دارالعلوم کی کل جو ایک طور پر چل رہی ہے چلتے چلتے خود بخود بدون تحریک آزاد کے دوسری چال چلنے لگے۔

ایک دوسرا گروہ اور ہے جو انگریزی کے موجودہ نصاب کو ناقص اور سیکار بنانا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ یونیورسٹی کے امتحانات کا بھی دارالعلوم انتظام کرے مگر ہے کہ موجودہ نصاب میں کچھ کمی ہو اور تجربے کے بعد وہ ظاہر ہو جیسا کہ ہر ایک کام کے آغاز میں ہوا کرتا ہے لیکن جنگو تعلیمی معاملات میں کچھ درک ہو وہ اس بات کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ خود یونیورسٹی کے نصابِ تعلیم کا بار اسقدر گران ہے جو آسانی سے بردا نہیں ہو سکتا چاہیے کہ اسکے ساتھ عربی علوم و فنون اور دینیات کی تعلیم پورے طور پر دی جائے۔ علاوہ اسکے انھوں نے اس بات پر غور نہیں فرمایا کہ دارالعلوم کے نصابِ درس میں کیا کیا چیزیں داخل ہیں علاوہ عربی علوم و فنون کے ہمیں حساب دہندہ اور جغرافیہ کی اسی طور پر تعلیم دی جاتی ہے جیسا کہ سرکاری مدارس میں تعلیم دی جاتی ہے اور تاریخ کا بھی ایک معتد بہ حصہ پڑھایا جاتا ہے صرف انگریزی ادب کی کمی تھی جب ایک حد تک یہ بھی پوری ہو جائے گی تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ طالب علم دارالعلوم سے نکل کے تھوڑی محنت کرنے کے بعد سرکاری امتحانات میں شامل ہو سکے اور ہم خرماد ہم ثواب کا مضمون پورا ہو جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جن بزرگوں نے تعلیم کے مختلف پہلو اور جوانب پر غور کیا ہو گا انکو اس نصاب اور اس طرزِ تعلیم کی

مستقبلت میں کچھ شک نہ ہوگا۔ عمل اللہ محدث بعد ذلک امر۔

انتظامِ یتیم خانہ

یتیم خانہ کانپور کے انتظام میں بھی اس سال بہت کچھ خوبی پیدا ہو گئی ہے اور بار قرض سے اسکو ایک حد تک سبکدوش کر دیا

کیا ہے۔ سالہائے گذشتہ کی رپورٹوں میں میں نے بیان کیا ہے کہ اٹلی عمارت کے واسطے گورنٹمنٹ نے مہربانی فرما کر ایک قطعہ زمین کا عنایت فرمایا تھا اور اسکے کام شروع کر دینے کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا تھا۔ اس لیے بدون انتظار سرمایہ کے کام شروع کر دیا گیا۔ عمارت کا تخمینہ بارہ ہزار روپے کا تھا۔ اس میں سے ایک حصہ عمارت کا چار ہزار روپے میں تیار ہوا۔ مولوی حبیب الرحمن خان صاحب نے بھیکن پور و حاجی فخر الدین صاحب سوداگر کانپور نے بیش بہا مدد دی تاہم ایک ہزار روپے کے قریب اسپر قرض ہو گیا جسکی وجہ سے اسکے معمولی انتظام میں نقص پیدا ہو گیا تھا۔ اس لیے ندوۃ العلماء نے اپنے سرمائے میں سے پانسو روپے اسکو دے تاکہ قرض ادا ہو جائے جو انتظام میں خلل انداز ہے اور مولوی محمد اشرف صاحب کیل کانپور و منشی شوکت حسین صاحب سب اور سیرکانپور کو تکلیف دی کہ وہ یتیم خانے کی نگرانی اور ذمہ داری قبول فرمائیں۔ ان حضرات نے باوجود کثرت مشاغل کے حسبہ اللہ قبول فرما کر یکم جون ۱۹۰۱ء کو اسکا چارج لیا اور اسکے حساب کی جانچ کرنے کے بعد قرض ادا کیا اور قابل اطمینان انتظام کر دیا ہے۔ اس موقع پر نواب سیٹا اللہ خان صاحب ڈپٹی کلکٹر اور منشی امین الدین صاحب تحصیلدار کانپور کی توجہ اور مہربانی کا ذکر کرنا ضرور ہے ان حضرات کی توجہ سے یتیم خانے کو بہت مدد ملی و حقیقت نواب صاحب مدد دہنے سے زیادہ توجہ کی جو بحیثیت وزیر ہونے کے اٹکو کرنا چاہیے تھا۔

مجلسہای ماتحت

سال گذشتہ کی رپورٹ میں میں نے اس بات کو بھی ظاہر کیا تھا کہ اکیس مقاموں پر مجلسہای ماتحت معین الندوہ کے نام



خصوص اور انکی لیسیت دلی اعتراف کے قابل ہے جو اپنے تعلقات دنیاوی کے ساتھ اپنی پاکبازی اور اسلامی درومندی کا ثبوت بھی دیتے رہتے ہیں۔ مسلمانوین ایسے افراد موجود ہیں جنکے نزدیک سیکڑون اور ہزارون روپے کا دیدینا کچھ بڑی بات نہیں۔ مگر جس طریقے سے کاس مجلس کے ارکان چندہ جمع کرتے ہیں اور اپنے استقلال و تمہت سے قطرہ قطرہ کر کے دریا اور ذرہ ذرہ کر کے تودہ کر دیتے ہیں وہ بڑی قدر دانی کے قابل ہے۔ علاوہ ان مجلسون کے مونگیر دھبھگل پور دستسی پور و در بھنگد و امسر کے مجلسہای ماتحت نے بھی چندے کی فراہمی اور اشاعت مقاصد میں کم و بیش حصہ لیا ہے۔ ہم ان سب کی توجہ کے شکر گزار ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اور جنہیں بھی ان فرائض کی طرف توجہ کریں گی۔ جنکے پورا کرنے کے واسطے قائم ہوئی ہیں۔

انتظام مال و جمع خرچ

میں نے سال گزشتہ کی رپورٹ میں یہ امید بھی ظاہر کی تھی کہ مالی انتظام میں روز بروز ترقی ہوتی جائے گی۔ سال زیر بیان

میں یہ امید میری کسی قدر پوری ہوئی ہے پہلے چاک پر صرف ناظم مال کے دستخط کاٹے سمجھے جاتے تھے اس سال مجلس انتظامیہ نے یہ قاعدہ جاری کیا ہے کہ کوئی چاک بدون تصدیق نائب ناظم اور ایک رکن مال کے اور بصورت غیر موجودگی نائب ناظم ایک رکن مجلس مال اور ایک رکن انتظامی غیر ملازم کے قابل نفاذ نہیں ہوگی۔ اسکی اطلاع باضابطہ منجانب جلسہ انتظامیہ الہ آباد بینک کو مع دستخط نائب ناظم دارکان انتظامیہ غیر ملازم مقیم لکھنؤ دارکان مجلس مال اور ان ارکان انتظامیہ کے جو اکثر لکھنؤ آتے رہتے ہیں بھیج دی گئی ہے اور اس قاعدے کے موافق نائب ناظم دارکان مذکورہ بالا کسی چاک پر بغیر جانچ حساب ان مصارف کے جنکے واسطے روپیہ وصول کیا جاتا ہے اپنے دستخط ثبت نہیں کرتے چاک مددگار ناظم کی تحویل میں رہتی ہے اور روپیہ مولوی حفیظ اللہ صاحب مہتمم دارالعلوم کی تحویل میں رہتا ہے لیکن امید ہے

کہ آغاز سال سے تحویلدار باخذاضمانت باضابطہ کے مقرر کیا جائے گا اور روپیہ اسکی تحویل میں رہے گا۔ مدخل و مخارج کے ہفت روزہ نقشے ارکان موجودہ شہر کی خدمت میں بھیجے جاتے ہیں اور بعد دستخط ارکان موجودہ کے دفتر میں محفوظ رکھے جاتے ہیں اور ماہوار نقشے چھپوا کر ارکان کی خدمت میں بھیج دیے جاتے ہیں۔

## روداد و العلوم

حضرت! میں اسوقت اس کام کے لیے مامور ہوا ہوں کہ دارالعلوم کی سالانہ رپورٹ آپکی خدمت میں پیش کروں۔ اسکے ساتھ اگر میں ندوۃ العلماء کی کچھ گزشتہ کارروائیاں اور انکے وجوہ بیان کر دوں تو غالباً بے موقع نہ ہوگا۔

ندوۃ العلماء کے برکات کثیر ہیں جنکی شہادت خود اسکے ترکیب اضافی سے ملتی ہے اور تقریباً ایک بڑا گروہ مسلمانوں کا اس امر کا معترف ہی نہیں بلکہ اپنی نگہوں سے راسی حسین مشاہدہ کر رہا ہے لہذا ہلکو کسی دلیل کی حاجت نہیں کہ ہم اسکی خوبونکو ثابت کریں اور دکھائیں۔

دیکھنا یہ ہے کہ اسکے علی کاموں نے قوم کو کس حد تک نفع پہنچایا۔ یا نفع حاصل ہونے کی اُنسے توقع ہوئی۔ یہ کہنا کہ اسکے فلان علی کام نے قوم کو یہ نفع پہنچایا ابھی قبل از وقت ہے۔ اسلیے کہ ایسے اہم مقاصد کا اسقدر قلیل مدت میں حاصل ہونا غیر ممکن ہے۔ بگڑی ہوئی قوم کو بنا لینا آسان نہیں۔ یہ بہت صحیح مقولہ ہے کہ "بگاڑنے سے بنا نا بہت مشکل ہے" اگر ہم کو دیکھنا ہے تو یہ کہ جو بنیادین قومی فلاح کی ندوۃ العلماء نے قائم کی ہیں ان میں سے کس سے قوم کے سنبھلنے کی امید کیجا سکتی ہو اور کس سے نہیں۔ میں اگر ہر ایک کو بتانا چاہوں یا انکے وجوہ آپکی خدمت میں عرض کروں تو شاید وقت کے کافی نہ ہونے کے ساتھ اپنے فرض منصبی کو جیسا کہ چاہیے

نہ ادا کر سکو گا۔ اس لیے صرف دارالعلوم سے بحث کرنا مناسب سمجھتا ہوں  
 اسے بزرگان قوم! آپ ملاحظہ فرماتے ہو گئے کہ ہندوستان میں عربی تعلیم  
 کے کثیر التعداد مدارس قدم قدم پر قائم ہیں اور بائو کی کوششیں ایک حد تک مشکور بھی  
 ہوئیں اور ان کے آثار صرف ہندوستان کے اقطاع و اطراف میں نہیں بلکہ دیگر ملک  
 میں بھی کم و بیش پائے جاتے ہیں۔ ان مدارس میں علوم عربیہ کی تعلیم دی جاتی ہے اور  
 کثرت سے فارغ التحصیل اور سند یافتہ طلبا نکلتے ہیں جنکو آپ حضرات خود ملاحظہ فرما  
 ہو گئے میرے بیان کی حاجت نہیں آپ حضرات اسکو باور کر سکتے ہیں کہ قوم جس  
 القوم کی فلاح اس قسم کے تعلیم یافتہ حضرات سے بہت کچھ ہوتی رہی اور جس قدر بھی ہوئی  
 غنیمت ہے لیکن جس اصلاح کی ہلکو حاجت ہے وہ اور ہی چیز ہے۔

اے اعیان قوم! اب میں اپ لوگوں کے قلوب کو دوسری طرف متوجہ  
 کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کے ہندوستان میں عربی مدارس کی جس قدر تعداد ہے اُس سے  
 بہت زیادہ انگریزی مدارس کی تعداد ہے اور جن مصارف اور کثیر التعداد طلبہ اور  
 طاہری شان و مشکوہ سے ایک ایک کا لاج قائم ہے اُس کے مقابلے میں عربی کا  
 بڑے سے بڑا مدرسہ ایک مکتب کی بھی وقعت نہیں رکھتا۔ انہیں سے بعض بڑے بڑے  
 کالج مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ لیکن ہلکو دیکھنا یہ ہے کہ ان بڑے کالجوں سے  
 مسلمانوں نے کس قدر تعلیمی فوائد حاصل کیے اور انکا اثر قوم پر کیسا ہوا۔ بیشک شبہ  
 ایک بڑے اور معتدبہ گروہ نے اس تعلیم سے فوائد حاصل کیے اور انگریزی میں اعلیٰ  
 قابلیت کے ساتھ اعلیٰ عہدے بھی حاصل کیے اور کرتے جاتے ہیں اور جہاں تک  
 قوم کی توجہ ہے اُس سے امید ہوتی ہے کہ بدرجہا اس سے بڑھ کر آگے ترقی ہوگی  
 جس سے قابلیت اور استعداد کا پیمانہ بڑھتا جائیگا۔ اور مقاصد کے حصول میں آگے  
 چلکر جو صلے سے زیادہ بلندی حاصل کریں گے۔

لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اس تعلیم سے زبان دانی کے سوا کس علم میں مہارت پیدا ہوئی کس علم کے عالم بننے کا رتبہ حاصل ہوا۔ پندرہ بیس برس کی جانکا تعلیم حاصل صرف زبان دانی۔ ہزاروں آنکھیں کھوٹیٹھے اور ہزاروں نے مختلف امراض میں مبتلا ہو کر جان شیرین تک دیری لطف یہ کہ اس بساط پر جیسا انکو ہمہ دانی کا دعویٰ ہے شاید کسی کو ہو۔ اسکا خاص سبب یہ ہے کہ انکے اپنے خزانہ معلومات میں گو کوئی ذخیرہ علمی موجود نہیں ہے لیکن جن علوم کی ہوا انکے دماغ تک پہنچ چکی ہے وہ حقیقہً علوم کے بڑے ذخیرے ہیں۔

اے حضرات! میں معافی چاہنے کے بعد اس کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اس تعلیم سے شخصی فوائد ضرور حاصل ہوئے، جنکو دیکھ کر ہماری آنکھیں بھی ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ لیکن جن فوائد کے خیال سے یہ تعلیم ہوئی تھی اور جبکا اثر ایک شخص۔ ایک شہر ایک صوبہ تک محدود نہیں بلکہ ساری قوم کو ان سے نفع کی توقع تھی وہ بالکل اچھوتے رہے۔ پھر کیا قوم کی پیاس ان دو ایک قطروں سے جبکا اثر زبان سے آگے نہیں بڑھا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

کوئی شبہ نہیں ہے کہ اس دو قسم کی تعلیم نے قوم میں دو قسم کے افراد پیدا کیے لیکن اس حالت میں ان دونوں گروہوں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد میں باہمی مشارکت کا کیا ذریعہ ہوگا؟ اور کونسی برسخ ہے؟ جسمیں دونوں روہین مستانس ہونگی۔ یہ دونوں فریق بجائے خود قابلیت کے مدعی ہیں اور واقعی قابل بھی ہوں جیسا کہ دعوے کیا جاتا ہو کہ ایک فریق میں دینی اور عقلی علوم کا ذخیرہ اور اسکے معلومات کا سرمایہ علیٰ تقدسیت موجود ہو اور دوسرے گروہ میں دنیاوی ضرورتوں کی تعلیم اور روزمرہ کے چلتے کاروبار میں ایک قسم کی مہارت حاصل جس سے ہر فریق نازان و غموش ہے نہ صرف ناز و خوشی بلکہ ہر فریق دوسرے کو مخالفت نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے تفوق میں زبان اور قلم سے

وہ کام لیتا ہے جو تیغ و سنان سے بھی غیر ممکن ہے۔ کیا قدیم وجدیہ تعلیم نے مسلمانوں کے اخلاق میں تفریق و تبرے کا مادہ نہیں پیدا کیا؟ ضرور پیدا کیا ہے۔

اگر ان دونوں فریق کی یہی حالت رہی تو آگے چل کر دونوں میں اس قدر تباہی ہو جائے گا کہ دونوں دو قوم و ملت نظر آئیں گے۔ اس کیفیت کا سوخ اس قدر ہوتا جاتا ہے کہ موجودہ حالت کے رہتے انکا اتحاد اور التیام ناممکن سا ہے۔ یہ خیال کہ اس فریق نے یہ زیادتی کی اور اس فریق نے یہ۔ ایسا مفہوم ہے جسکی تحقیق کی ہم کو حاجت نہیں۔ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انکو علیٰ حالما چھوڑ دیا جائے یا کوئی معقول اور وجہیہ صورت ایسی نکالی جائے کہ دونوں فریق اپنی اعلیٰ قابلیت کے زور کو ایک دوسرے سے ملکر زیادہ پُر زور بنائیں اور ایک فریق سے دین سے آزاد کیا دہشتہ اور دوسرے فریق سے معیشت کی کم سلیٹگی کا نقصان بھی دور ہو۔

اے حضرات! پہلا کام ندوۃ العلماء نے یہ کیا کہ قوم کے منتشر اجزاء کے سمیٹنے کی کوشش کی۔ ندوۃ العلماء نے یہی چاہا کہ جس قدر قوم کے پر زور آلے ہن وہ ہمشکر ایک ایسی کل بن جائیں جس سے قوم کی علمی و اخلاقی ترقی اپنے اصلی مرکز پر آجائے اور گذشتہ فسانے خواب و خیال کی طرح مٹ جائیں۔ لیکن جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں یہ امر آسان نہیں ہے۔ اولاً ان اسباب اور دوہمی کا صحیح احساس ہونا ضروری ہے جو تفریق اور تجزیہ کے باعث ہوئے۔ اُسکے بعد اسکا سوچنا کہ وہ کون سے پُر زور علل ہن جو تفریق اور اُسکے اسباب کو ایک دم میں زائل کر دین اور باہمی موافقت اور موافقت سے اخلاقی تمدنی علمی کارناموں میں انکو بھی برابر کی کرسی دوسری قوموں کے ساتھ ملنے لگے۔ اور جس قدر یہی قابلیت پر شیفتگی ہے وہ مٹ جائے۔ اور ہر فریق اعلیٰ قابلیت کا نمونہ بن جائے۔ قومی اصلاح میں مختلف کل پُر زور کا کام دینے لگے۔ ندوۃ العلماء نے اب تک جو تجویزین کی ہن وہ نہایت صحیح تشخیص پر مبنی ہن اول یہ کہ

اُسکے متعدد جلسوں میں ہر فریق کے اعلیٰ اور فضل افراد شریک ہوئے جس سے اُوکئی باہمی منافرت میں ضرور ایک گونگی ہوئی گئی اور سیل جول بڑھتا گیا اور بڑھتا جاتا اور میں بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ جن جن مقامات میں اُسکے سالانہ جلسے اب تک ہوئے ہیں وہاں دہریت۔ لاندہبی۔ مذہب سے آزادی وغیرہ اگر بالکل فنا نہیں ہوئی تو اُسین کی تو ضرور اگئی ہے بیان تک کہ دونوں فریق کی ایک متفقہ جماعت اُٹھ کھڑی ہوئی اور ذمہ اے اللہ کی دلکش صدا پر لبیک کہہ کر باہم شیر و شکر ہو کر سعی بلیغین لگ گئی۔ انہیں ایسے اجزائے ترکیبی بھی نظر آئے جو نئی تعلیم کی روشنی کے جگہ گانے ستارے تھے اور اپنی برجوش آواز کے ساتھ ندوۃ العلماء اور گروہ علماء کے ہمزبان ہو گئے۔ ادھر گروہ علماء پر یہ اثر ہوا کہ اُنکے فضل و کمال کی چار دیواری میں اگر توسیع نہیں ہوئی تو یہ ضرور ہوا کہ اُنکو وسعت کی گنجائش محسوس ہونے لگی اور کہنے لگے کہ اُنکے دعاوی بھی بلا دلیل نہیں ہیں۔

اے بزرگان قوم! آپ کو اس بات کے باور کرنے میں ذرا تامل نہ ہونا چاہیے کہ میں نے جو ابھی بیان کیا ہے وہ ندوۃ العلماء کی خارجی تدبیر ہے اور خاص اُن لوگوں کے لیے ہے جو انگریزی تعلیم سے فارغ ہو چکے ہیں یا اب فارغ ہونگے یا آئندہ اس تعلیم میں داخل ہونگے۔ رہی وہ تدبیر جو اہم ترین مقاصد سے ہے اور جس میں تین باتوں کا خیال کر لینا ضروری تھا۔ اول یہ کہ مسلمان بچوں کی تعلیم کا ایک ایسا ذریعہ رکھا جائے جس میں عربی تعلیم اس قدر ہو کہ صرف و نحو کی تعلیم کے ساتھ حقائق و ارکان شریعہ اس قدر واقفیت ہو جائے کہ کسی قسم کی دوسری تعلیم سے اُن پر اثر نہ پڑے اور نہ ہی تعلیم بھی اس قدر کم ہو کہ اُسکے بعد اعلیٰ تعلیم انگریزی ممکن ہو اور تعلیم کی عمر طبعی بھی نہ بڑھے اور جو طلبہ عربی تعلیم میں منسلک حاصل کرنا چاہیں اُنکو بھی یہی ابتدائی تعلیم کافی ہو۔ اور یہی تعلیم اعلیٰ تعلیم کے لیے بنیاد مستحکم ہو۔ دوم اُن بچوں کی تعلیم و تربیت جھکے اولیا چاہتے

ہیں کہ اعلیٰ تعلیم دینی کے ساتھ دنیاوی تعلیم بھی ہو۔ اور حساب۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ ادب انشا پر دازی وغیرہ میں بھی کمال حاصل ہو۔ ان دونوں درجوں میں جو انگریزی تعلیم کا خواہشمند ہوگا اُسکو انگریزی تعلیم بھی دی جائے گی۔ سوم درجہ تکمیل جو عربی علوم کا ایم ہے ہوگا یہیں متعدد علوم و فنون سے ایک فن خاص کر دیا جائے گا اور طالب العلم کو دو سال کی مہلت دی جائے گی تاکہ اُس فن کی معتبر کتابیں اور اُس فن کے مہاترین مسائل میں اسقدر مہارت پیدا کرے کہ بوقت امتحان کسی خاص کتاب کا پابند نہ رہا۔ اس درجے کے امتحان میں کسی خاص کتاب کی تخصیص نہ ہوگی۔ بعد کا میاں بی اُسکو اُس فن کے نام سے ڈگری دی جائے گی۔ اور وہ مفستر۔ محدث۔ اصولی وغیرہ کے نام سے موسوم ہوگا۔

ان اعتراض کے حصول کے لیے مذکورہ العلما نے یہ راہ نکالی کہ ایک بڑے سے بڑے پیمانے پر اُسے دارالعلوم کھولنا چاہا۔ اگرچہ مذکورہ العلما نہیں چاہتا تھا کہ اس وسیع پیمانے کا دارالعلوم بغیر مقبول و مستقل سرمائے کے کھولا جائے لیکن قوم کی اس پکار نے کہ "مذکورہ العلما زبانی جمع خرچ بتاتا ہے کچھ کرتا نہیں" بے چین کر دیا اور مجبوراً اُسکو ایک دارالعلوم کھولنا پڑا۔ اگرچہ ابتدا میں صرف سہ سالہ خواندگی کے ابتدائی تین درجات کھولے لیکن اُسکی تعلیم کے ختم ہونے پر درجہ اوسط کا کھلنا لازمی تھا چنانچہ شوال گذشتہ درجہ متوسط بھی کھول دیا گیا۔ اس سال متوسط درجے کی سال اول کی تعلیم ختم ہو چکی ہے مذکورہ العلما کا اصلی مقصود یہ تھا کہ ان ابتدائی درجات کی تعلیم بطور پرنج کے ہو اور اصلے دارالعلوم اسکے اوپر کے درجات سے کھولا جائے۔ لیکن افسوس ہے کہ نہ تو قوم نے اس طرف اب تک توجہ کی نہ دارالعلوم اپنے اصلی پیمانے پر کھلا۔ مجبوراً درجات اوسط کی تعلیم کا سال اول انہیں ابتدائی درجات کے ساتھ ساتھ رہا۔

قبل اسکے کہ دارالعلوم کا افتتاح ہو مذکورہ العلما کے تیسرے جلسے میں بمقام

ہانس بریلی ایک مبسوط مسودہ دارالعلوم پیش کیا گیا اور علما اور قوم کے ہاتھوں میں اس  
 غرض سے دیا گیا کہ اُسکو عمیق نظر سے دیکھیں اور اپنی مفید راہوں سے نروہ اہل علم کو  
 مشکور بنائیں دارالعلوم کی تعلیم میں بہت بڑا خیال اس بات کا کیا گیا ہے کہ تعلیمی نقائص  
 جو اس وقت تک زمانے کے انحطاط سے پیش آتے رہے جانتا تک منکر ہو دفع کیے جائیں اور  
 اگر شستہ قدیم طریقوں کی پیروی کی جائے۔ علوم میں فلسفہ جدید ہیئت جدیدہ اگر طبقات الارض  
 وغیرہ کا اضافہ کیا جائے۔ انکی نہ صرف زبانی تعلیم ہو بلکہ عملی تعلیم کا اعلیٰ سلسلہ قائم کیا  
 جائے جدید تحقیقات سے سبق لیا جائے اور عقلی و عملی دونوں طریقوں سے تحقیقات  
 کا مادہ پیدا کیا جائے۔ علم کلام میں ایسے دلائل اضافہ کیے جائیں جن سے جدید تحقیقات  
 کی کافی موثکافی ہو سکے۔ اور جہاں انگریزی تعلیم کے بڑے بڑے کالج اور متعدد  
 یونیورسٹیاں ہیں وہاں ایک عربی تعلیم کا بڑے سے بڑا مدرسہ قائم ہو۔ اور اسلامی علوم  
 دینیہ جو ہماری معاشرت کی جان ہیں جس قدر دیگر علوم کے انحطاط سے کمزور اور رست  
 ہو گئے ہیں پھر اپنی اصلی حالت پر لائے جائیں اور اپنے نور سے ہماری آنکھیں پھر منور  
 کریں۔ مقصود نظریہ ہے کہ قابلیت اور علمی جوہر اخلاق و دانشتگی میں جدید اور قدیم  
 طریقہ حسنہ کی تاسی کی جائے۔ اگر ہم میں کمی ہے تو صرف ان دو چیزوں کی کمی ہے علوم تو  
 اس وقت بھی وہی زیر تعلیم ہیں جو سلف صالحین کے زمانے میں زیر تعلیم تھے بلکہ ہر قدر  
 کتابوں کا انبار گزشتہ زمانے میں ہرگز نہ تھا۔ البتہ طریقہ تعلیم کا بڑا حصہ اُس زمانے  
 میں زبانی تعلیم کے زیر عمل تھا۔ کتابوں کی عبارت یا مصنف کے افکار سے بہت کم بحث  
 ہوتی تھی۔ ہر مسئلے کی منقح تعریف اور اُسکی توجیہ اور اُسکے دلائل بطور مذکورہ کے ظہور  
 ہو کر تھے تھے ہر طالب علم کے ذہن میں مسلسل اور مرتب مسائل مبادی سے مطالب  
 تک ہر پیر محفوظ ہوتے تھے کہ خلفت قسم کی عبارتوں میں اُنکا ذہن یکساں کام دیتا  
 تھا اور باسانی معلوم ہو جاتا تھا کہ اُس میں صحت اور قہم یہ ہے اور ہر مسئلے کی جانچ میں اُنکی

مجتہدانہ نگاہ طرفہ اعلیٰ میں کام کر جاتی تھی۔

میں اس بات کے ظاہر کرنے میں باک نہیں کر سکتا کہ جس قدر علوم اور استعداد میں  
سستی ہے وہ صرف وہی وجہ سے ہے کہ علوم کے منفع اور مدلل مسائل ہمارے لئے ہاں  
میں نہیں آتے۔ پہلے ہی سے ایسی ضعیف بنیاد قائم ہوتی ہے جسکا اثر آخر تک باقی رہتا  
ہے۔ یہی وجہ سے کتابی عبارت بھی اہلکودشوار معلوم ہوتی ہے۔ آپ ملاحظہ فرما سکتے  
ہیں کہ محدث مفسر فقہیہ مجتہد کا قحط اس زمانے میں یہی وجہ سے ہے کہ طریقہ تعلیم  
ناقص ہے جب تک زبانی تعلیم کا حصہ غالب رہا مجتہد مفسر محدث پیدا ہونے  
رہے۔ مہذا کئی صدیوں سے یہ جو ایک مروجہ طریقہ چلا آتا ہے کہ جو کتاب زیر تعلیم آگئی  
اُسکی جگہ پر دوسری کتاب کی تعلیم گناہ کبیرہ سمجھی گئی اسنے رہی سہی قوت اور بھی فنا کر دی  
نزدۃ العلما نے یہی طریقے کے مٹانے میں اور مفید جدید طریقہ تعلیم کے جاری  
کرنے میں سجد کوشش کی معروف و مشہور علما نے نصاب کا خاکہ بنایا اور متعدد  
جلسوں میں اُسکی مناسب ترمیم کی گئی۔ تعلیم کے تین درجے قائم کئے گئے اور ہر درجہ کا  
نصاب مرتب ہوا اور اب بھی ہر سال زیر تعلیم کا نصاب پہلے درست کر لیا جاتا ہے اسکے بعد  
اُسکا اجرا ہوتا ہے تعلیم میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ ہفتہ وار ابتدائی درجات میں طلبہ کی مجلسیں  
مکالمہ ہوتی ہے اور اُس درجے کے اساتذہ بھی اُس مجلس میں ضرور شریک ہوتے ہیں اور  
خاص خاص مسائل پر بحثیں ہوتی ہیں اور جس بات کی کمی محسوس ہوتی ہے اُسکے تدارک  
میں جہد و تبلیغ سے کام لیا جاتا ہے۔ اور درجہ متوسط کے طلبہ جنہیں قابلیت دیکھی گئی اُن کی  
بطریق الاملا زبانی تعلیم بھی ہوتی ہے لیکن آپ حضرات اسکو بالیقین مابین کہ ایک مدت کے  
متروک طریقوں کو یکبارگی اپنی اصلی حالت اور مرکز ہنقاست پر پہنچا دینا آسان کام نہیں  
تاہم نہایت شکر کا مقام ہے کہ جن امور کی ابتدا سوقت ہوئی ہے اور جس طریقے سے  
اُنپر عمل درآمد ہو رہا ہے اگر چند سے باقی رہا تو ضرور اس میں کامیابی کی امید ہے اور اگر قوم نے

توجہ کی تو گذشتہ کمال جسکا اب صرف ذرہ باقی ہے آفتاب بنگر چلے گا اور اس علمی قابلیت کا نقصان جسکو میں بیان کر آیا ہوں ضرور زائل ہوگا اس تعلیم کے ساتھ فنون ادبیہ یا حساب اقلیدس جغرافیہ کی تعلیم بھی شریک کر دی گئی ہے مقصود یہ ہے کہ صرف اعداد اور قواعد حسابیہ کے وہ جامع و مانع حدود ہی یاد نہ ہوں جو خلاصہ حساب میں درج ہیں بلکہ اسوقت کے مرد و جنات پر علمی مشق بھی کرانی جائے۔ چنانچہ آپ حضرات کو موجودہ طلبہ کی جانچ سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ میرا بیان کس حد تک صحیح ہے۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ ریاضی کی تعلیم انگریزی طریقہ تعلیم پر زیادہ مفید ہے بالخصوص ایسی حالت میں کہ حدود اور رسوم کے سمجھنے کا مادہ بھی موجود ہو۔ علم تجوید و قرأت جس سے ہم کلام ربانی کو صحیح پڑھ سکتے ہیں اسوقت اس قدر تروک ہو گیا تھا کہ باسٹنا ان لوگوں کے جو عربیہ تعلیم یافتہ ہیں ہندوستان میں بہت کم ایسے افراد ہیں جو اس سے واقف ہوں انکی تعلیم بھی علی حساب المراد ہوتی ہے اور مثل دیگر علوم کے روزانہ تعلیم کا کافی وقت رکھا گیا ہے۔ خوشنوسی املانویسی بھی تقسیم اوقات میں شریک مساوی ہیں۔ الحاصل کوئی مفید تدبیر ایسی نہیں ہے جسکا معقول انتظام نہ کیا گیا ہو۔ ان سب کا حاصل یہی ہے کہ علاوہ کمال علمی کے دنیاوی کاروبار میں بھی کافی مہارت پیدا ہو اور ناآشنائی کا دھبہ جو علما کی شان سے بعید ہے باقی نہ رہے۔ تجربے نے اسوقت تک یہی ثابت کیا ہے کہ علوم عربیہ کے واقف اگر دنیاوی کرسی قابلیت کا جوہر حاصل کر لیتے ہیں تو انکی مثال بالکل غیر معمولی مثال بن جاتی ہے۔

انگریزی تعلیم جو ایک زمانے سے زیر تجویز تھی اس سال ماہ ربیع الاول سے اُسکا بھی اجرا ہو گیا۔ اگرچہ اسکی ابتدائی تعلیم بھی اس حد تک نہیں پہنچی ہے کہ قابل ذکر ہو۔ تاہم جس قدر طلبہ انگریزی تعلیم میں داخل ہو چکے ہیں انکی تعداد غنیمت ہو۔ یہ تعلیم بطور دوسری زبان روٹی جیسا کہ تعلیم انگریزی میں دوسری زبانیں انگریزی کے علاوہ ہوتی ہیں۔ کل

علوم عربی زبان میں تعلیم دیے جائیں گے۔ انگریزی صرف ادب کی تعلیم کے ساتھ ساتھ رہے گی۔ اسکے ساتھ کسی طالب علم پر جبر نہیں کہ خواہ مخواہ وہ انگریزی دوسری زبان اپنے امتحان میں لے۔ اس تعلیم سے اُمید ہے کہ انگریزی ادب کی تعلیم کافی ہو سکے گی۔ یہ وہی تعلیم ہوگی جو دو بڑے گروہوں کو شیر و شکر بنائے گی۔ اسی کے ہاتھ سے قومی اتحاد کی مضبوط بنیاد قائم ہوگی دہریت اتحاد کا وجود معدوم ہوگا۔ اگرچہ اس دعویٰ کو بہت سے حضرات حیرت سے سنیں گے لیکن میں اسوجہ سے اسکو بے تامل نظر آ رہا کر سکتا ہوں کہ فلسفہ یونان جب تک اسلام کے دائرے میں نہیں آیا خود دہری رہا اسلام ہی وہ مذہب ہو جسے فلسفے کو بھی مسلمان بنا کر چھوڑا۔ جب تک دینی اور دنیاوی دونوں تعلیمیں نہیں ملیں حیرت انگیز ترقی کا وجود اُسوقت تک غیر ممکن نظر آیا کسی علم یا زبان میں دہریت مضمحل نہیں ہے اگر ہے تو اسوجہ سے ہے کہ اپنے علوم سے نا آشنا ہی ہے۔ کیا اسلامی علوم پر کسی علم و زبان کا حملہ فلسفہ یونان سے بڑھ کر ہوگا۔ حاشا و کلا۔ مگر وہی اعتدالی اسلامی تعلیم تھی جسے فلسفے کی ایک ایک مسئلے کی دھجیان اڑا دیں کیا ایسے کہنے والے بھی موجود ہیں جو امام غزالی و امام رازمی وغیرہ کو دہریہ کہہ سکیں کیا ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں جو علامہ شیرازی علامہ سید وغیرہ کو لحد کہنے کی جرأت کر سکیں۔ حاشا و کلا۔

حضرات! دونوں یا دو زبانیں یا دو قوم و ملت جب تک ایک دوسرے سے نا آشنا ہیں اُسی وقت تک ہر ایک کو دوسرے سے تماشائی ہے لیکن ملنے پر ہمیشہ وہی غالب ہوتا ہے جسکی خود اپنی بنیادین مضبوط ہیں۔ معاذ اللہ معاذ اللہ کیا ہم مسلمان اس حد تک پہنچنے لگے ہیں کہ باوجود اپنے علوم میں مہارت کے دوسری تعلیمیں ہم کو لحد منکر اسلام بنا سکتی ہیں۔ اجمی حضرت! جبکا ایسا اسلام ہے وہ اُنھیں کو مبارک ہو۔ آپ یقین فرمائیں کہ اسلامی علوم کا ماہر بجائے اسکے کہ دوسرے علوم سے ضرر

پائے گھر کا بھیدی بجاتا ہے اور جو جو فوائد اسکو اس غیر علم سے حاصل ہوتے ہیں سر  
کو اُنکا حصول ممکن نہیں ہوتا۔ یورپ کے علوم و فنون مصر اور بیروت میں جس زقار سے  
عربی زبان میں ترجمہ کیے جا رہے ہیں اُس سے ہکوا امید ہوتی ہے کہ یہ زبان بھی جدید  
علوم و فنون سے بہت جلد بالامال ہو جائے گی۔

اب میں آپ حضرات کے روبرو اُن امور کو پیش کرتا ہوں جو دارالعلوم میں تربیت سے  
متعلق ہیں۔ جو طلبہ شہر کے کسی حصے میں سکونت پذیر ہیں اور معمولاً اوقات درس میں حاضر  
ہو کر تعلیم حاصل کرتے ہیں اُنکے لیے دارالعلوم تعلیم کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ البتہ وہ طلبہ جو  
دارالاقامہ (بورڈنگ ہوس) میں رہتے ہیں اور شبانہ روز دارالعلوم کے زیر حمایت  
ہیں اُنکی تربیت جس طرح کی جائے ممکن ہے اسکا انتظام یہ کیا گیا ہے کہ دارالاقامہ  
میں دو قسم کے طلبہ اسوقت تک داخل ہوئے ہیں۔ اول وہ جو کہ مستطیع ہیں اور اپنے  
مصارف خود ادا کرتے ہیں جنکی تین شرحین مقرر ہیں پانچ روپیہ ماہوار دس روپیہ ماہوار  
پندرہ روپیہ ماہوار تفصیل تو اعداد داخلہ کے دیکھنے سے معلوم ہوگی۔ دوسرے قسم کے وہ  
طلبہ جو غیر مستطیع ہیں اور اُنکا کفیل دارالعلوم ہے اُن طلبہ کی تعداد اسوقت تک معین تھی  
بیس سے زائد نہیں لیے جاتے۔ البتہ اولو العزم حضرات اگر اپنی طرف سے وظائف  
مقرر کریں اور طلبہ کو اپنی طرف سے داخل کرنا چاہیں تو ممکن ہے کہ تعداد بڑھ جائے  
خورانید طعام کا یہ قاعدہ ہے کہ امیر و غریب ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے  
ہیں ایک کو دوسرے پر کسی قسم کا تفوق اور امتیاز نہیں ہوتا۔ البتہ جو مستطیع طلبہ دس روپے  
یا پندرہ روپے ماہوار فیس داخل کریں گے اُنکے طعام اور خورانید طعام میں لاابی  
امتیازی فرق کرنا پڑے گا۔ بزرگان قوم نے جو وقتاً فوقتاً معائنہ فرمایا اور اپنی رائے  
ظاہر کی انہیں سے بعض حضرات کا معائنہ جو عین وقت پر تشریف لائے پیش کرتا  
ہوں اس سے دارالعلوم اور دارالاقامہ کی فی الجملہ کیفیت معلوم ہوگی۔

## معائنہ مولوی منور علی صاحب مدرس حدیث مدرسہ عالیہ ریاست رامپور

میں آج معہ برادر عزیز مولوی حامد شاہ مدرسہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں حاضر ہوا۔ جناب مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب و مولوی محمد فاروق صاحب نے مدرسے کا معائنہ کرایا۔ اور نیز طلبہ کی جانچ کے واسطے بھی ارشاد فرمایا چنانچہ میں نے چند جماعت کے طلبہ سے مختلف مضامین دریافت کیے بعض سے تقریراً اور بعض سے تحریراً اور بعض سے ہر دو تعلیم بہت اچھی پائی مدرسین ہنہیں کی کوشش کا نتیجہ طلبہ کی حالت موجودہ سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے طلبہ نے جان تک پڑھا ہے بہت اچھے ہیں۔ اکثر طلبہ میں تہذیب کا برتاؤ بھی بہت اچھا تعلیم کیا گیا ہے۔ آخرین میں ایک طالب علم نے اول رکوع سورہ دہر کا بہت خوش اسحانی سے قرأت کے ساتھ قاعدہ تجوید سے پڑھا اس سے نور علی نور اور حفظ زیادہ ہوا۔ بہر حال انتظامی حالت۔ دارالاقامہ۔ تدریس وغیرہ منتظم ہے۔ جگہ بڑی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد اس نو نال کو سرسبزی کے ساتھ تکمیل کو پہنچائے گا۔ وقد فعل۔ اللهم آمین۔ محمد منور علی مدرس درجہ حدیث شریف مدرسہ عالیہ ریاست رامپور۔ یکم ربیع الاول ۱۳۵۷ھ

## معائنہ مولوی امتیاز علی صاحب پیشتر منصف امروہہ ضلع مراد آباد

آج جگہ مقام دارالعلوم ندوۃ العلماء میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جناب مولانا محمد فاروق صاحب و جناب مولانا محمد حفیظ اللہ صاحب ہتم دارالعلوم کبکمال خلاق معائنہ دارالعلوم و طلبہ و کتب خانہ و باورچی خانہ وغیرہ کا کرایا حسن اتفاق سے طلبہ اُسوقت دسترخوان پر حاضر تھے اور کھانا کھا رہے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شادی ہے اور مہمانان عزیز کھانا کھا رہے ہیں۔ کھانا عمدہ۔ ظروف صاف و ستہ سے بہتر چکی

صفائی قابل تعریف تھی۔ پھر کچھ اشعار فارسی و اردو کا ترجمہ طلباء سے کرایا اور دو شعر خود  
 میں نے بھی پیش کیے۔ جب ترجمہ سب طلباء کا پیش ہوا تو حیرت ہوئی کہ انکسار و سال  
 ایسا نہ تھا کہ وہ اس عمدگی سے ترجمہ کر سکتے کچھ شک نہیں کہ ایسی عمدہ تعلیم جسکے ذریعے  
 سے ایک مدت قلیل میں ایک معتدبہ استعداد پیدا ہو جاتی ہے (ہندوستان کے کسی  
 مدرسے میں نہیں ہوتی۔ یہ بھی بالکل صحیح ہے کہ مولانا محمد فاروق صاحب اور مولانا محمد  
 حفیظ اللہ صاحب کا اس دارالعلوم میں ہونا سرسرخوش قسمتی دارالعلوم کی ہے۔  
 امتیاز علی نقی شہر منصف امر وہہ۔ ۲۹۔ جمادی الثانی ۱۳۱۹ھ ہجری۔

حضرات! اب میں طلباءے دارالاقامہ کے اوقات شبانہ روز کو ظاہر کرتا ہوں علی الصبح  
 پانچ بجے نماز فجر اُسکے بعد نصف گنڈہ تلاوت قرآن پاک نو بجے سے دس بجے تک اس  
 گنڈہ کھانا کھانے اور دیگر ضروریات سے فراغ کار کھا گیا ہے دس بجے سے چار بجے  
 تک اوقات درس دارالعلوم کی حاضری جس میں ایک گنڈہ نماز ظہر کی چھٹی بھی داخل ہے۔  
 چار بجے سے نماز مغرب تک درز شش جہانی بعد نماز مغرب رات کا کھانا اور اُسکے بعد  
 مطالعہ بینی و سبق گردانی اور اُسکے بعد نماز عشا اور پھر خواب و استراحت مگر ان جمیع  
 اوقات میں ایک ایسے اتالیق اور استاد کی نگرانی میں مذکورہ امور ادا کیے جاتے ہیں  
 جسکے دباؤ اور تہذیب و متانت سے شائستگی کا دوسرا سبق ملتا ہے۔ کل طلباء اتالیق کے  
 ساتھ نماز پنجگانہ معینہ اوقات میں جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرتے ہیں۔ پانچونے  
 بعد ادا سے نماز اُنکی حاضری ہوتی ہے۔ اوقات طعام میں علیحدہ حاضری لیجاتی ہے۔ مثلاً  
 یہ کہ اوقات شبانہ روز میں بارہ وقت حاضری لیجاتی ہے۔ جہاں تک تجربے سے معلوم  
 ہوا ان طلباء کی حالت شائستگی تہذیب و متانت میں بہت اچھی ہے جبکہ ابتدائی تعلیم  
 دارالعلوم سے شروع ہوئی ہے۔ بخلات ان طلباء کے جو ایک آدھ سال کی تعلیم ختم  
 کر کے دارالعلوم میں داخل ہوئے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے اس لیے کہ خود درختون کی شاخ

برگ کبھی ایسے خوشنما نہیں ہو سکتے جیسے اُس باغبان کے درست کیے ہوئے درختِ شینا ہوتے ہیں جو اُس کام میں تجربہ رکھتا ہے۔

اے بزرگانِ قوم! دارالاقامہ کے کمروں کی حالت جو اس وقت تک رہی اور بواؤیہ حالت جو آئندہ رہے گی اُسکی طرف خاص توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ندوۃ العُلماء کے منصوبے میں جو بات پہلے سے آچلی تھی یہ تھی کہ ایک ایک طالب علم فی کمرہ خاص ہوگا جس میں کل آسائش کا سامان بقدر کفایت مہیا کیا جائے گا تاکہ علاوہ آسائش اور آب و ہوا کی صفائے کے اخلاق کی بنیاد میں کوئی خرابی واقع نہ ہو۔ مگر افسوس ہے کہ جس قدر طلباء اس سال داخل دارالاقامہ ہوئے اور اُنکے لیے جس قدر آسائش کے سامان بقدر امکان فراہم ہوئے اگرچہ وہ کس طرح دارالعلوم کی حالت موجودہ پر نازیبا نہیں ہیں لیکن جگہ کی کم وسعتی سہرا لے کر کی عدم کفایت سدراہ ہوتی رہی اور بالآخر ایک ایک کمرے میں تین تین چار چار طلبہ کو جگہ دی گئی تاہم فروش و صفائی و دیگر ضروری سامان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی اور طلباءے مقیم باسائش اپنے کام میں مصروف رکھے گئے اور سال کا تعلیمی نصاب جسکی ایک فرد اس رپوٹ کے ساتھ منسلک ہے اسے اپنے ضروریات کے احسن وجوہ ختم ہوا لیکن یہ ضرور ہے کہ اگر قوم نے کافی مدد نہ دی تو آئندہ سال جگہ کی سخت قلت ہوگی اور بوجہ عدم گنجائش دارالعلوم کی جمعیت کو نقصان پہنچے گا۔ مطالعہ کے واسطے دو کمرے خاص کر دیے گئے ہیں جن میں اسباق کو یاد کرنا اور مطالعہ دیکھنا شب کے لیے مخصوص ہو گیا ہے۔ اس حالت میں بھی دو دو تین تین مدرس اس امر کی نگرانی کرتے رہتے ہیں کہ طلباء علاوہ مطالعہ و کتب بینی کے کسی دوسرے کام یا کھیل میں مشغول نہ ہونے پائیں اور اوقات مقررہ تک اسکے سوا دوسرا کام نہ کریں۔ امتحان سالانہ نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ مہیا جاتا ہے جسکا عملد رآمد اس وقت تک اس طریق پر ہوتا رہا ہے کہ ہندوستان کے شہر اور نامور علماء خاص خاص فن میں متبحر مقرر ہوتے ہیں اور ایک مہودہ تاریخ تک

امتحان کے پرچے چھپوا کر خاص اہتمام سے سر بہ مہر لفافے میں بند کر کے امتحان کے معتمد کے پاس بھیج دیتے ہیں جو خاص امتحان کے وقت کھلتے ہیں اور نگرانِ جامع کے روبرو تقسیم کر دیے جاتے ہیں اور جوابات حاصل کر کے ہی اہتمام سے پھر متعین کے پاس بھیج دیے جاتے ہیں۔ اُسکے بعد نتیجہ سالانہ شائع کیا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ ہر سہ ماہی میں ایک ایک امتحان جانچ کا ہوتا ہے اور سہ ماہی اول و ثالث کے متعین درجہ بدل دارالعلوم کے اساتذہ ہوتے ہیں۔ البتہ ششماہی امتحان کے واسطے شہر کے معتبر علمائے متعین ہوتے ہیں۔ ان امتحانوں میں بلا تخصیص کل فنون کا امتحان ہوتا ہے۔ اگرچہ اس سال بھی شل گذشتہ دو سالوں کے اپنے مقررہ وقت پر حضراتِ متعین کو اطلاع دی گئی اور نقشبات خواندگی متعین متعلق کی خدمت میں بھیج دیے گئے بعض حضرات نے سوالات مرتب کر کے مطبوع بھی کر لیے۔ مگر افسوس ہے کہ عین وقت پر وہ ابائی امرات کی لکھنؤ میں ایسی شدت ہوئی کہ دارالعلوم میں تعطیل دے دینی پڑی اور کل طلباء کو جلد سے جلد گھر چلے جانے کی تاکید کی گئی اور وہ چلے بھی گئے۔

دارالعلوم میں ایک وسیع لائبریری (کتاب خانہ) ہے جس میں ہر قسم کی کتابیں علمی اخلاقی عربی فارسی وغیرہ کی داخل ہوتی ہیں۔ اس وقت تک تقریباً ساڑھے سات ہزار جلدیں داخل ہو چکی ہیں منجملہ اُنکے تخمیناً تین ہزار جلدیں صرف اس سال داخل ہوئی ہیں یہ وہ ذخیرہ ہے جس سے ہم اپنے گذشتہ کارناموں کا اندازہ کر سکتے ہیں اور اس سے ہمارے پچھلے آنے والوں کو ہماری یادگارین نظر آئیں گی۔ اگرچہ علمِ علمِ سینہ ہے لیکن پڑھنے پڑھانے میں انھیں ذخیروں سے اولادِ دہلتی ہے اور بالآخر وہی علمِ علمِ سینہ بجاتا ہے۔ یہ کام بھی بجائے خود ایسا عظیم الشان کام ہے جس میں بڑے سرمائے کی حاجت ہو، ہلکے اُمید ہے کہ قوم ہماری اس ضرورت میں بھی کافی دستگیری کرے گی۔ بالخصوص اس مقام میں ہمارے مولوی عبدالغنی صاحب بہاری جنھوں نے اپنے قلبی محبوب سرمائے کو

دارالعلوم کے حوالے کر دیا وہ نفیس اعلیٰ مطبوعہ سے کتب کے دینے میں ذرا متامل نہ ہوئے جزاۃ اللہ العزیز  
 اس امداد کے دو طریقے ہیں اول یہ کہ جن حضرات کے یہاں قدیم کتب خانہ ہو وہ کتابوں سے مرددین قوم  
 یہ کہ جو صاحب کتب خانہ نہیں ہیں یا اپنی کتابیں جُدا کرنا پسند نہیں کرتے وہ نقدی امداد سے کتب خانہ  
 دارالعلوم کو فروغ دین۔

جن بزرگان قوم نے کتب خانے کی اس وقت تک معقول امداد فرمائی اُنکے اسماء گرامی  
 حسب ذیل ہیں۔ مولوی عبدالرافع خان صاحب ڈپٹی کلکٹر و رئیس شاہجہانپور۔ مولانا محمد عظیم  
 صاحب مقیم عظیم آباد پٹنہ۔ مسکین عبدالرحیم صاحب ساکن کوچین مکہ ملیبا۔

اس وقت تک جس قدر تجربہ ہوا نہایت خوشی سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ دارالاقامہ کے طلباء پر  
 تعلیم و تربیت کا بہت اچھا اثر پڑا۔ ادنیٰ نمونہ اُسکا یہ ہے کہ اُنھوں نے ایک انجمن قائم کی ہے  
 جسکا نام انجمن تہذیب ہوا اسکے دو جلسے ہر ماہ میں معمولاً ہوتے ہیں بلا استثنا کل طلبہ شریک  
 ہوتے ہیں مختلف مضامین پر اپنی تقریریں اور تحریریں لکھ کر پیش کرتے ہیں ایک مہینہ  
 قبل عنوان متعین کر دیا جاتا ہوا اس سے انکی کجی اور اتحاد میں نمایاں ترقی ہوئی۔ مستم دارالعلوم  
 یا کوئی مدرس ہمیشہ شریک جلسہ ہوتا ہے جس سے نظام جلسہ از اول تا آخر منتظم رہتا ہے۔ اسکی  
 روداد کی مطبوعہ کا بیان اس وقت بھی موجود ہے جسکے دیکھنے سے آپ حضرات کو زیادہ اطفح آئیگا  
 آخر میں نہایت خوشی سے اسکا اظہار کیا جاتا ہے کہ دارالعلوم میں اب تک ہی طلبہ داخل ہوئے ہیں  
 جو وسط ہندوستان کے رہنے والے اور اکثر مستطیع اس حال میں نہیں معتد بہ تعداد اون طلبہ کی ہے جو  
 علماء و مشائخ کی اولاد سے ہیں چنانچہ سال روان میں ستانوی لڑکے داخل دارالعلوم ہوئے ان میں خاص  
 دارالاقامہ میں داخل ہوئے انکی تعداد چھتیس ہے۔ اکاون مستطیع اور پانچ غیر مستطیع مختلف اسباب امراض کی  
 وجہ سے پینتیس طلبا خارج ہوئے۔ اس وقت تک حاضری طلبا دارالعلوم کی سو ہے جن میں طلبا ہی  
 مقیمین (بورڈر) کی تعداد پچھتر ہے۔ گوشوارہ مصارف و مداخل دارالعلوم حسب تفصیل  
 ذیل ہے۔

# نقشه داخله و خارج طلبای دارالافتاء و دارالعلوم

خارجہ				داخلہ				کلی	میزان کل
کیفیت	میزان کل	دارالافتاء	غیر مطبوع	کیفیت	میزان کل	دارالافتاء	غیر مطبوع		
	x	x	x		۱۶	۵	x	۱۱	۱ سوال ۱۳۱۸ھ
	x	x	x		۲۶	۱۳	۲	۱۲	۲ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ
غیر حاضری کی وجہ سے	۳	۲	x	جلالیا	۷	۳	۳	۱	۳ ذیحجہ ۱۳۱۸ھ
موجودہ دارالافتاء میں	۷	۲	x	۳	۱۳	۵	x	۸	۲ محرم ۱۳۱۹ھ
موجودہ دارالافتاء میں	۱	x	x	۱	۱۳	۲	x	۹	۵ صفر ۱۳۱۹ھ
موجودہ دارالافتاء میں	۷	۲	x	۳	۱۱	۲	x	۷	۶ بیج الاول ۱۳۱۹ھ
موجودہ دارالافتاء میں	۹	۲	x	۵	۵	۲	x	۳	۷ بیج الثانی ۱۳۱۹ھ
موجودہ دارالافتاء میں	۲	۲	x	x	۱	۱	x	x	۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ
موجودہ دارالافتاء میں	۱	۱	x	x	۲	۲	x	x	۹ جمادی الآخر ۱۳۱۹ھ
موجودہ دارالافتاء میں	۵	۳	۱	۱	x	x	x	x	۱۰ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ
	۳۵	۲۰	۱	۱۲	۹۷	۲۱	۵	۵۱	۱۱ میزان کل

گوشواره آمد و صورت ندوه مله لالابیت جواد و امام اجری سن ابتداء کتب مشتمل بر ۱۳ رساله لغات و ۱۲ رساله معانی

آرد

مردود

۱	چندہ رنگیت و عطیات	۱۳	الامعین
۲	کتب ندوه	۱۴	لعم
۳	زکوٰۃ	۱۵	عم
۴	عظیہ کا عالی والی ریاحید آباد کن	۱۵	لما صم
۵	یتیم خانہ کانپور	۱۶	للعوم
۶	بقیہ چندہ مینرمانی جلسہ پٹنہ	۱۶	اکالعم
۷	رقم جسکی تفصیل نہیں ہو	۱۷	الامعین
۸	میزان کل	۱۷	صاع
۹	تنخواہ ملازمین ندوه	۱۸	لما لعم
۱۰	متفرقات	۱۸	عم
۱۱	ڈاک	۱۹	لما لعم
۱۲	سفر خسیج	۲۰	ہدایہ
۱۳	خرید کتب ندوه اعلا	۲۰	عم
۱۴	یتیم خانہ کانپور	۲۱	صاع
۱۵	طبع	۲۲	الامعین
۱۶	مد خسیج و کلاء	۲۲	لا لعم
۱۷	سفر خسیج و کلاء	۲۳	الامعین
۱۸	زکوٰۃ	۲۳	ص
۱۹	مہانداری	۲۴	للعوم
۲۰	میزان کل	۲۴	للعوم
۲۱	کیفیت	۲۵	

گوشاره آرد و صورت دارالعلوم بابت حوازی ۱۹ ساله هجری من ابتداء ۱۳ ساله هجری تا نایت پنج رمضان ۱۳ ساله هجری

چندۀ دارالعلوم	۱	میزان کل
کرایه مکانات	۲	میزان کل
وظائف	۳	میزان کل
و کتوریہ سکار شپ	۴	میزان کل
فیس طلبہ	۵	میزان کل
فروخت کتب	۶	میزان کل
خرزاندہ محمدیہ	۷	میزان کل
تعمیر	۸	میزان کل
فروخت اشیا دارالعلوم	۹	میزان کل
میزان کل	۱۰	میزان کل
تخواہ ملازمین مع ملازم مسجد صیقلی	۱۱	میزان کل
مصارف اوجیانہ مع پب ملازمین	۱۲	میزان کل
خرید کتب مرمت جلد	۱۳	میزان کل
تعمیر	۱۴	میزان کل
تفرقات	۱۵	میزان کل
مرمت و صفائی مکان	۱۶	میزان کل
لباس طلبای غیر مستطیع	۱۷	میزان کل
خرید اشیا دارالعلوم	۱۸	میزان کل
واپسی فیس طلبا	۱۹	میزان کل
سفر چشمہ طلبا و مدرسین	۲۰	میزان کل
طبع	۲۱	میزان کل
میزان کل	۲۲	میزان کل

## عزت کی زندگی

شیخ عبدالقادر صاحب بی اے ایڈیٹر ابرور و مالک فخران لاہور نے مذوۃ العلام کے آٹھویں سالانہ جلسے میں مندرجہ بالا عنوان پر ایک نہایت نفیس اور برجستہ تقریر کی تھی جو اس قابل ہے کہ ہر شخص اسکو توجہ اور لحاظ کی نظر سے دیکھے

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ہر شخص کے دل سے اکثر یہ دعا نکلتی ہو کہ خدا سے عزت کی زندگی نصیب کرے اور حقیقت میں یہ وہ دعا ہے کہ اگر اسکو شریف قبول حاصل ہو جائے تو دنیا بھر کی نعمتیں اس میں شامل ہیں۔ فقیر کو آپ سر راہ مانگتا دیکھ کر ایک پیسہ دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے اللہ عزت آبرو بنائے رکھے جسوقت جوش محبت میں ہاں بیٹے کو دعا دیتی ہے تو یہی کہتی ہے کہ خدا باعزت و اقبال کرے۔ مسلمانوں میں کئی بزرگوں کی دعا سحری اور نیم شبی پڑھتی ہی ع حاج برادران و خویشان نشوم۔ اس خیال میں تو ہم آپ سب شریک ہیں مگر یہ ضرور ہے کہ عزت کی زندگی کا ہر شخص کے ذہن میں ایک جدا مفہوم ہے بعض لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ اپنے گھر میں چاہے روکھی سوکھی بجائے چاہے ایک دقت فاقہ رہے چاہے کسی دقت پیٹ بھر کر کھانے کو نہ ملے لیکن باہر سفید پوشی اور سرخ رخی کی حالت میں جائیں اور کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرنا پڑے تو اس سے بڑھ کر اور عزت کیا ہو سکتی ہے۔ انکا مسلک ان آزاد منش حضرات کا ہے جو کج فتناعت میں پڑے دنیا و مافیہا سے بجز جسم کی فیزی یا لاغری سے بے بردا فلسفیانہ عالم خیال کی سیر کر رہے ہیں یا اپنے مالک سے لوگ کالے ہوئے ہیں اور جبکا عمل اس قول پر ہے

آئینس کہ بدہنر سہم نانے دارد	وز بہر شہمت آشیانے دارد
نے خادم کس بود نہ محمد دم کے	گو شاہ بزی کہ خوش جہانے دارد

اس میں شک نہیں کہ یہ مسلک ایک نادر مسلک ہو مگر اس راہ پر چلنے والے اور استقلال سے

چلنے والے دنیا میں بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔ فلک بیز کو کئی چکر لگانے پڑتے ہیں بیشتر اسکے کہ ایک بندہ خدا پیدا کر سکے جو قناعت میں ایسے بلند مقام پر جاگزین ہوے

شیوہ خاص ہے یہ عام نہیں	جو نکلتے ہیں اون کا کام نہیں
-------------------------	------------------------------

عام معنی جو اس سیدھے سادے لفظ عورت کے ہیں وہ بہت پیچیدہ ہیں۔ کوئی تو یہ سمجھے بیٹھا ہے کہ صرف فلان بن فلان ہی سند عورت ہے، کسی کا یہ خیال ہے کہ مالدار ہونا نشانِ اعزاز ہے پھر اس مالدار ہی کے معنوں کے مختلف مدارج ہیں۔ کیسے ذہن میں قماشوں فقرہ و فرزند وزن کی ایک کافی مقدار کو عورت کہتے ہیں کسی کی رائے ہو کہ ان چیزوں کا کافی سے زیادہ حصہ ملنا داخل عورت ہو کسی کو خیال ہے کہ مکان شاندار بنوانا اسکے حصول کا ذریعہ ہے۔ کوئی جانتا ہے کہ لڑکے لڑکیوں کی شادی دہوم دہام سے کر کے تمغای عورت حاصل ہو سکتا ہے کوئی ناچ رنگ کے جلسے کر کے اس جنس کے لڑکھنوں کا طلبگار ہوتا ہے۔ کوئی حکام کی عورت میں اس جو ہر کامتلاشی ہے اور حصول غرض کے واسطے سیکڑوں ہزاروں روپے حکام کے ذرا سے اشارے پر دے ڈالتے ہو چشم زدن میں زرد و جاہر ہوس جاہ میں لٹا دیتا ہے۔ غرض ہر سر و ہر سوادے۔ ہر کوئی اپنی اپنے حال میں مست ہو اور اپنے اپنے مرغوب طریق سے عورت کو ڈھونڈتا رہتا ہے۔ مگر ایک پہلو عورت کی تلاش کا ہے جسکی طرف لوگوں کی توجہ بہت کم ہے حالانکہ وہی عورت ایسی ہے جو ان سب عورتوں سے زیادہ بیش بہا اور زیادہ گرانقدر ہے جسکی خواہش دنیا کے چیدہ سے چیدہ حضرات نے کی ہے جو مختلف صورتوں میں خدمت خلق اللہ سے حاصل ہو سکتی ہے اور جسکا نتیجہ ملکی اور قومی عزت کی ترقی ہے اس تلاش میں خوبی یہ ہے کہ کیسلی کوششیں کامیاب جائیں تو نہ صرف اپنا نام ہمیشہ کے لیے روشن ہو جاتا ہے بلکہ ہزاروں بندگان خدا کی عورت بن جاتی ہے جس مقدس سر زمین اور جس خوش نصیب قوم میں ہمارے ہادی حق مسووث ہوئے اسکی خصوصیت ہی تھی کہ ملک اور قوم کی آن پر جان قربان کرنے والے

آدمی اس میں موجود تھے۔ یہ تو آپ سب نے سنا ہو گا کہ قبائل عرب جنگجویی میں طاق اور زبان  
 آوری میں شہرہ آفاق تھے اور تیغ و سنان سے اور سیف و زبان سے ہر دم آمادہ و حاضر  
 رہتے تھے۔ ایک قبیلے کے نسبت کسی دوسرے قبیلے کے ایک فرد نے کچھ براہملا کہا  
 بس وہیں لڑائی کی ٹھن گئی اور برسوں تو وار چل رہی ہے۔ چیمیت قومی اور غیرت اہل عرب  
 میں بحیثیت قوم موجود تھی اور خاندان قریش جسے پیغمبر عربی کی ذات کی بردست خاندان  
 رسالت بننے کا فخر حاصل کیا سب قبائل میں باعث با رعیت اور حمیت ممتاز تھا۔  
 اور وہ سب خصائل حسنہ جنہر قریش کو زمانہ جہالت میں بھی ناز تھا۔ اس حبیب خدا کے  
 پاک اور بے لوث دل میں بدرجہ اتم موجود تھے صرف فرق اتنا تھا کہ وہی خصائل غیرت  
 و حمیت حنکو وہ اہل قریش جو انوار بزدانی سے بہرہ اندوز نہ تھے محض خیالی حقیقت باتو پیر  
 ظاہر کرتے تھے ذات اقدس میں نیا۔ موقون پر استعمال کی گئیں گو عرب جاہلیت کی یہ  
 ملکی اور قومی غیرت اُس حمیت سے جسکا بانی اسلام نے بیج بویاکم درجے کی ہے مگر اس  
 انصاف و نظر ظاہر ہوتا ہے کہ اہل عرب میں خدا نے یخصلت و دلیت کی تھی کہ ہر فرد قوم  
 اپنی عورت کو قوم کی عورت کے ساتھ وابستہ سمجھے اور قوم کو جب گالی ملے تو سمجھے کہ اُسکی ذات  
 کو گالی دی گئی اور قوم پر جب عتاب نہ تو سمجھے کہ وہ معنوب ہو قوم کو جو تکلیف پہنچے اُسکو  
 اپنی تکلیف سمجھے اور قوم پر جو آفت آئے اُسکے آگے آپ سینہ سپر ہو کر کھڑا ہو جائے۔  
 گویا ہر فرد ناوک بیدار وہ خود ہی تھا۔ سیرح قوم دولت مند ہوتا سمجھے کہ اسے دولت ملگنی قوم  
 خوشحال ہو تو وہ سجدہ شکر کے لیے بارگاہ خداوندی میں بھجک جائے۔ قوم کو انعام ملے تو  
 وہ قصیدہ مدحیہ پڑھنے کو دوڑے۔ اس نخصلت سے ہی وہ زبردست سیم پیدا ہوا ہے  
 جس سے ابتدا سے اسلام میں ہمارے مذہب کی کل چلانے کا کام لیا گیا۔ آپ میں سے  
 اکثر حضرات نے کلین ملاحظہ کی ہوگی خصوصاً اہل کلمۃ کو تو زیادہ اتفاق ایسے کارخانوں کے  
 دیکھنے کا ہوا ہو گا جن میں دُخان سے کام لیا جاتا ہے اور اور کچھ نین ریل کا انجن تو ہر ایک نے

دیکھا ہوگا کیسے ہو ایک طرح کا ریلوے کو اڑانے کے لیے جاتا ہے اور زمین کی طنائیں کینچ کر مغرب اور مشرق جنوب و شمال کو ایک کر دیتا ہے۔ میرے کئی رفقانے جو پنجاب سے اس دارالسلطنت ہند تک پہلی دفعہ آئے ہیں خصوصاً دُخان کی اس بیضی طاقت کا اندازہ کیا ہوگا۔ واقعی عقل دنگ ہوتی ہے جب آدمی یہ خیال کرے کہ ہندوستان وسیع ملک کا عرض دو دن میں طے کر لیا گیا ہے اور دوسری تاریخ کی دوپہر کو جو لوگ لاہور یا امرتسر سے چلے ہیں انھیں چوتھی تاریخ کی صبح کلکتہ میں آنکر ہونی ہے یہ اور بات ہو کہ اب طلبائے نازک ہوتی جاتی ہیں اور جبری جنکشن عربوں کے نام لیوا اور مستقل اس بات کو بھول کر کہ بزرگان اسلام مینوں کے سفر اونٹ جیسی سواری پر بتی و دوق صحراؤں اور بے آب و گیاہ جنگلوں میں کس اور لوالو العزیمی سے کرتے تھے اب سفر کی درازی کی تنگنا کہتے ہیں اور اس زمانے کے مشہور ملک شہراستاد نظام دکن حضرت داغ دہلوی کے ہم آہنگ ہو کر بچار اٹھتے ہیں۔

منزل یار دور ایسی ہے ریل بھی جاتے ہیچ اٹھتی ہے

حسن اتفاق سے یہ سفر کلکتہ ہی کی شان میں کہا گیا ہے۔ نواب مرزا خان صاحب داغ رامپور سے ایک بار کلکتہ تک آئے تھے اور اس سفر کا مختصر حال انھوں نے اپنی سلیس اور دلادیز سنوئی فریاد داغ میں لکھا ہے۔ مگر صاحبان نے کچھلے مصرعہ میں تو حضرت داغ نے غضب ہی کر دیا ہے۔ کینچت ریل کا کیا ہے یہ تو بادی ہے ہر پنج سات میل پر پہنچ اٹھتی ہے اسکے چنچنے پر جائے تو نزدیک ہی کونسی منزل ہے۔ مگر پھر بھی اسکی ہمت پر آفرین ہے کہ روتی ہے جینتی ہے دود آد بھی موجود ہے اور طوفان اشک بھی مگر نہ بھی کام سے نہیں چوکتی۔ کالے کوسون کی منزلین اسنے لوگوں کے لیے آسان کر دی ہیں اور خود جلے باکڑھے ہیں تو منزل پر پہنچا دیتی ہے۔ مگر یہ سب کس زور پر۔ دُخان کے زور پر۔ ایک ذرا دُخان کم کر دیجیے یا اسکا ذخیرہ ختم ہو جائے انجن بھی کھڑا ہے اور بے سود

ہے۔ دُخانچ موجود ہے۔ پُرزے موجود ہیں۔ مگر بیکار۔ کل ہے کہ چل ہی نہیں سکتی۔  
 کاڑیاں ہیں کہ ہل ہی نہیں سکتیں اور مسافر ہیں کہ نہ روے مانند نہ راہ رفتن اس  
 مشکل سے بچنے کے لیے کل کے چلانے والا کاریگر کیا کرتا ہے۔ سفر میں چلنے سے  
 پہلے کافی سرمایہ دُخان کا پیدا کر لیتا ہے پھر اُس دُخان سے کام لیتا جاتا ہے۔ اور  
 ساتھ ہی ساتھ اور ایندھن تنور میں ڈالتا جاتا ہے اور اور بانی بڑے دیگچ میں جو نِخ  
 کے اندر لگا ہوتا ہے بھرتا جاتا ہے کہ تازہ بھاپ بنتی جائے اور کل چلتی جائے یعنی  
 یہی ترکیب تھی جس سے اُس قادر مطلق حکیم ازلی نے جو تمام حکمتوں کا منبع ہے عرب اور  
 اہل عرب کی اصلاح اور پھراُنکے ذریعہ سے تمام دنیا کی بہبود اور اصلاح مذہبی اور اعلا سے  
 کلمۃ اللہ کا اہم کام لیا تھا۔ کئی لوگ تعجب کرتے ہونگے کہ ذات باری کو اگر اس زور شور  
 کے ساتھ عرب کی اصلاح منظور تھی اور اس ملک کو اپنے ایسے برگزیدہ دوست کے  
 زاد و بوم ہونے کا فخر بخشنا تھا تو پہلے اہل عرب کو اتنا بگڑنے ہی کیوں دیا۔ انہیں جہالت  
 اور جنگجوئی کیوں بھردی۔ اجی آپ ہی تو یہ حالت پیدا کی کہ ایک کو دوسرے کا جانی دشمن  
 بنا یا اور پھر خود ہی ایسے اسباب پیدا کیے اور اپنا ایک ایسا برگزیدہ نبی پیدا کیا کہ اوسنے  
 اَنْ دُشمنیوں اور جنگجوؤں کو مٹا دیا اور پھر فخریہ اپنے کلام میں فرمایا۔ کُنْتُمْ اَعْدَاءُ قَالَتْ  
 بَيْنَ قُلُوبِكُمْ۔ وہ خود ہی مقلب القلوب تھا تو پہلے یہ نوبت کیوں پہنچنے دی۔ ویسے تو خدا  
 کے بھید خدا ہی جانے کہ ان اسباب کو جمع کرنے میں کیا حکمت تھی اس راز سے تو آگاہ ہی  
 ذاتِ مہیبت ہو جسکے حکم سے آئے دن آپ کی آنکھوں کے سامنے بڑا دوبرق جمع ہو کر طوفان لاتے ہیں کہ بوقتِ اسکا  
 سمان ہوتا ہے اور بادل بھی قیامت کی سیاہی لیے ہوتے ہیں اور اُنکی گرج کہتی ہے کہ  
 میں آج ہی کے لیے ہوں۔ اور بجلی کی کرک انا البرق کہتی ہوئی دکھو دہلا دیتی ہے۔ اور  
 درختوں کی جڑوں تک کو ہلا دیتی ہے اسبر ہوا اس تندی سے چلتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے جو  
 فرشتے ذخیرہ ہوا کے محافظ تھے وہ آج ہوا کی کھڑکی کھلی چھوڑ کر غافل ہو گئے یا اگر موجود

علم طبعی دان حضرات کی زبان میں اسی مطلب کو ادا کر میں تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا بھر کی ہر  
 اجزہ بنکر آسمان کو چڑھ گئی اور جہان کے سمندر دن سے نئی ہوا اسکی جگہ لینے کو دوڑی  
 آرہی ہے اس حالت میں ضعیف القلب عورتیں مارے ڈر کے گھردن میں سہمی جاتی  
 ہیں اور جانتی ہیں کہ ابھی چھت پر بجلی گری۔ بچے مان کو ڈرتے دیکھ کر مان سے چمٹے  
 جاتے ہیں اور بھولی بھولی کانپتی ہوئی آواز میں پوچھتے ہیں کہ امان جان بادلوں میں کن  
 بولتا ہے؟ یہ بجلی کیا ہوتی ہے؟ امان جان اگر ہماری چھت پر بجلی آ پڑے گی تو کیا ہوگا؟  
 ابا جان آج باہر ہی ہیں خدا جانے کہاں اونگے۔ مگر اس عام گھبراہٹ میں ذی ہوش  
 جانتے ہیں کہ یہ قدرت کی معمولی نیرنگیان ہیں اور طوفان تھوڑی دیر میں ختم ہو جائے گا  
 بادلوں کو وہی طاقت جسے انھیں جمع کیا تھا منتشر کر دے گی۔ ہوا کی کھڑکی کے فرشتے  
 پھرا پنا کام سنبھال لیں گے اور خاص چمانے سے ناپ ناپ کر اندازے کی ہوا دنیا  
 میں بھیجے لیکن گے اور بجلی کے پیدا کرنے کی کل کو کوئی زبردست ہاتھ کام سے روک  
 دے گا اور مطلع کبھی میندھ برسے پر اور کبھی بے برسے پھر صاف ہو جائے گا۔ رات پھر  
 اپنے چاند اور ستاروں کو سہ کے آن موجود ہوگی۔ اور جو زندہ دل شہ قین لوگ  
 اس فضا کے عالم کو دیکھ کر گھر سے سڑک پر یا باغ میں ٹھلکنے کو نکل پڑیں گے۔ انھیں  
 خیال بھی نہ ہوگا کہ مطلع کی جس صفائی کا حقا وہ اٹھا رہے ہیں اور جسے دیکھ دیکھ کر طرح  
 طرح کی اُنٹینگیں اُنکے دلوں میں پیدا ہو رہی ہیں قدرت کی مختلف طاقتوں کی کس جدوجہد کے  
 بعد اس حالت کو پہنچا ہے۔ ہر طرح ملکوں اور قوموں کی زندگی جب پٹا کھانے کے قریب  
 ہوتی ہے جب خدا اُسکے لیے ایک معتدل اور اس آنے والی ہوا پیدا کرنا چاہتا ہو  
 تو اُس سے پہلے طوفان اور تلام ضروری ہوتا ہے اور اس طوفان اور تلام میں وہ  
 قوتیں پنہان ہوتی ہیں جو ہوا کو صاف اور معتدل کر دیتی ہیں اور ہر طرح کامیابی کا راز  
 چھپا ہوا تھا اُن اسباب میں جو سر زمین عرب میں اُس وقت سے پہلے پیدا ہوئے تھے

جس کا نقشہ رسول کریم کے شیدائی شہیدی نے جسکی نعتیں مقبول عالم ہیں اس زبردست  
شعر میں کھینچ کر دکھایا ہے۔

عجم میں زلزلہ نوشیروان قصر میں آیا	عرب میں شور اٹھا جسوں کی آمد کا
------------------------------------	---------------------------------

حضرات! عرب میں جو بات بات پر لڑنے اور قبیلہ اور قوم کی آن پر مرنے کی عادت کوٹ  
کوٹ کر بھردی تھی وہ ایک بھاپ تھی جس سے دین کی کل چلانے کے لیے کام لینا تھا۔  
بظاہر وہ اسباب دین کی ترقی کے مضر اور سد راہ تھے۔ درحقیقت وہی قوتیں دین کی حد  
میں آنے کے بعد دین کی ترقی کے ذرائع بننے کو تھیں۔ بھاپ ہی کو دیکھئے یہ کونسی سرسری  
نفع ہے اچھی طرح استعمال نہ کیجائے تو یہی باعث ضرر بن جاتی ہے۔ زرا ایک کیتلی باسماوار  
کے سامنے جس سے گرم گرم بھاپ نکل رہی ہے اُنکھی تو رکھو فوراً جل جاتی ہے اور انجن  
کی بھاپ نکل رہی ہو اسکے سامنے جسم انسانی آجائے تو دم میں اُبال کے رکھ دئے انجن  
بڑے دیکھے کے اندر جب بھاپ ضرورت سے زیادہ ہو جاتی ہے تو اُسے ٹکڑے ٹکڑے  
کر کے باہر ہو جاتی ہے۔ جب یہ ایک زبردست طاقت ہو تو اسکا برتنا کچھ کھیل تو نہیں  
ہو۔ مگر ساتھ ہی بغیر اسکے جمع کیے کام بھی نہیں چلنا۔ پس خدا کی حکمت کا جب تقاضا ہو کہ  
اُن حضرت کی ذات بابرکات کو دین کا راستہ بنانے پر مامور فرمائے تو یہ سامان اُنکے  
لیے جمع کیے گئے اور انھیں ازل میں ہی سکھلا دیا گیا کہ کس خدا داد حکمت سے ان سے کام لے  
کہ وہ قوت بجائے مخالفت میں صرف ہونے کے موافقت میں صرف ہونے لگے۔ اور  
ایسا ہی ہوا اور وہ عادت جو عورت قوم کی حمایت کی ہر فرد میں پڑ چکی تھی وہ عورت دین کی  
حفاظت میں صرف ہونے لگی اور اسکا نتیجہ وہ شجاعت تھی جس میں اسلام کے پیرو دنیا میں  
نام کر گئے ہیں۔

میں حضرات علما و مشائخ کو جو اس عظیم الشان مجمع میں دور دراز مقامات سے اور ہندوستان  
مختلف اطراف سے تشریف لائے ہوئے ہیں مزید دینا چاہتا ہوں کہ مجھ اُنکی کامیابی کے

آثار نظر آرہے ہیں۔ مخالفت کا بادل بعض اطراف سے گھر کر آیا ہوا ہے۔ تکفیر کے فتون کی تند و تیز ہوا چل رہی ہے اور گالیوں کی بجلیاں انڈھا دھند گرائی جا رہی ہیں۔ کوئی خاص نشانہ نہیں مگر گڑک سے ہردل دہلتا ہے کہ کہیں بجلی میرے ہی نشیمن کا طوفان نہ کر رہی ہو۔ لیکن قریب ہے وہ وقت کہ یہ آندھی کا فور ہو جائے گی۔ مطلع مخالفت سے صاف ہو جائے گا۔ دین اور کاجانڈن شب چار دہم کی آب و تاب کے ساتھ جگمگ اور سنت نبوی اور ہدایات ائمہ و بزرگان دین کے ستارے اپنے اپنے انوار کی شائیز پھیلائیں گے اور آپ لوگوں کی پیشانی کے پسینے خوشگوار نسیم کامیابی کے جھونکوں سے پونچھ جائیں گے۔ آپ نے بھی دیکھ لیا ہے وہ طوفان جو پہلے آپ کو دررست ڈراتا تھا کمان ہے۔ اسکے ڈرنے کتنے کام کے آدمیوں کو آپ سے جدا کر لیا ہے۔ کیا کئی زبردست مخالفت باوجود مخالفت کے خود بخود موافق نہیں ہو گئے؟ کیا تائیسرے ایزدی راستبازی اور راست روی کے سامنی کہیں ٹھہرتی ہے؟ اسوقت آپ کے اجلاس پر کیا شان برس رہی ہے۔ اسلامی جماعت بین کونسا فریق ہے جو اہل جناس میں آپ کی ہوا خواہی کا دم نہیں بھر رہا۔؟ - علمائے کرام آپ میں موجود ہیں اور علما کیسے جنگو زمانہ ماننا اور جانتا ہے مشائخ عظام ہیں۔ اور شاخ کیسے جو بڑے بڑے سجادوں کے مالک اور بڑے بڑے گروہوں کے سرگروہ ہیں۔ پھر رؤسا بیان ہیں امرایان ہیں۔ متوسط الحال مسلمان بیان ہیں۔ انگریزی بڑھے ہوئے بیان ہیں۔ پرلنے رنگ کے کپے دیندار بیان ہیں۔ شاعر بیان ہیں۔ ادیب بیان ہیں۔ واعظ بیان ہیں۔ خطیب بیان ہیں۔ کونسی جماعت ہو جو بیان موجود نہیں۔ اور اگر اس بات کا بھی لحاظ کر لیا جائے کہ کیفیت جلسہ دکھانے کے لیے آپ نے وسعت اخلاق سے کام لیا ہے اور ہمارے حاکمان وقت اور ہماری ہمسایہ اقوام کو اجازت شرکت دی ہے تو یہ نرم اسوقت ایسی جامع ہے کہ اسپر ایک صوفی کا وہ مشہور شعر صادق آتا ہے

انچہ درجہ آفاق درین جا حاضر

مومن ارمنی و گبر و نصاری و یہود

صرف ایک سنہری اصول ہے جو ان سبکے پیش نظر ہے اور وہ اسی بزرگ نے جس کا ایک شعر میں نے ابھی آپ کو سنایا ہے صاف کر کے رکھ دیا ہے۔

اگر تو خواہی کہ سر صحبت ایشان باینی

خاکِ پایِ مہ شوتا تو بیانی مقصود

صرف تو وضع اور انکسار اور خالی از پندار ہونا اس بزم کے لیے پر دانی را ہداری ہے اگر کہین پندار کسی کو بیان آنے سے روک رکھے تو آپ کو پروا نہیں کرنی چاہیے یہ پندار بھی جب ایک دفعہ کھٹائی میں پڑ کے نکلے تو کارآمد چیز بن سکتا ہے اور کوشش بھی ہونی چاہیے کہ بغیر اس امر کی پروا کے کہ کوئی کیا کہتا ہے ہم اپنی دُمن میں لگے رہیں۔ میرا تو عقیدہ ہے کہ کوئی ذی فہم اور ذی ہوش آدمی اس صاف اور متین اصول کے فوائد سے انکار نہیں کر سکتا کہ مسلمانان ہند کو ہوت مذہب کے اختلافات فروری کو برطنت رکھ کر مجموعی طور پر اپنی قوم کے بہبود کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ ایک فریق دوسرے کی خاطر سے اپنے مذہبی عقائد کو بدل ڈالے بلکہ صرف اتنا کہ اپنے مذہبی فرائض کو اپنے بزرگوں کی ہدایت کے موافق انجام دینے کے بعد ایسے کاموں میں جو سب کے لیے یکساں مفید ہو سکتے ہیں جیسے کہ تعلیم دینی یا تعلیم دنیوی کا کام ہے ملکر کوشش کریں اور یہی بڑا اصول ہے جس پر عمل کرنے کی مذودۃ العلماء نے کوشش کی ہو اور جس کے ذریعے سے قوم کی حیثیت ایک عزت والی قوم کی سی بنانے کا ارادہ کیا ہے اور یہی وہ جرم ہے جس کے لیے کارکنان اور شرکاء مذہب مورد عتاب ہو رہے ہیں۔ مگر میرا جو کچھ ذاتی تجربہ اور مشاہدہ ایسے برہمی اصولوں کے مخالفوں کا ہے وہ یہی ہے کہ چند نیک نیت اور دیانت دار اختلاف کرنے والوں کو چھوڑ کر ایسی مخالفت محض کم فہمی کا تقاضا نہیں ہوتی بلکہ ذاتی اور نفسانی اور دنیاوی عداوتیں اکثر اس مخالفت کے پردے میں ظاہر کی جاتی ہیں اور دل مخالفت کرنے والوں کے انکو ہر وقت ملامت کر رہے ہوتے ہیں

کہ کس کام میں لگے ہوئے ہو۔ میں جانتا ہوں کہ ندوہ کے متعلق بھی اُن لوگوں میں سے اکثر کی جو اپنے آپ کو باعتبار دینداری اُسکے مخالفت ظاہر کرتے ہیں یہی کیفیت ہوگی۔ کوئی دلوں کے بھید کہہ سکے تو بتاؤ کہ اُنھیں لوگوں کے دل ندوہ کے کام کی نسبت کیا گواہی دے رہے ہیں گو وہ اسے منہ سے دین کو بگاڑنے والی اور ایمان کی دشمن جماعت کہہ دینے سے

ہوا ہے جب شہرہ اس عدویٰ بن ایمان کا	اکوئی دل چیر کر دیکھے عقیدہ ہر مسلمان کا
اور فرمن کیجیے کہ میرا خیال صحیح نہ بھی ہو اور وہ لوگ دل سے یہ سمجھتے ہوں کہ آپ گم کردہ راہ ہیں تو آپ کا کیا نقصان ہے۔ آپ کو تو اپنے دل میں تسلی ہے کہ آپ نے خوب دیکھ	بھال کر کے یہ راستہ اختیار کیا ہے اور آپ تو نیک نیتی سے قوم کی بہتری اور عزت
دنیوی و اخروی کے لیے سعی کر رہے ہیں۔ پھر کسی کے برا کئے کا آپ پر کیا اثر پڑ سکتا ہو	عشق تا خام حسرت باشد بے ناموس و ننگ
آپ نے کل پختہ کاران جنون کا وعظ سنا ہے کس استقلال سے کل رات کے جلسہ کے	پختہ کاران جنون را کے جہاز نجیر پاست

فاضل صدر نشین نے اپنی پُر مغز اور لاجواب تقریر میں اپنے خیالات ظاہر فرمائے اور کس زور سے کہہ یا کہ اگر کوئی ان سید ہی اور عام فہم باتوں پر بھی مہین ٹیڑھیان سنا لے تو اُس سے ہم ڈرتے بھی نہیں۔ کلمہ حق کی تبلیغ کرنے والے ہمیشہ سے موردِ آلام و مصائب ہوتے آئے ہیں۔ اہو پتھرون اور ڈھیلون سے گذر کر زبانی سب دشمن ہی رہ گیا ہے کیونکہ پتھر و سرکار کے قانون کا مضبوط ہاتھ تو روکنے والا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے مولانا عبدالحق صاحب حقانی کے رات کے وعظ کو سنکر نہایت مسرت ہوئی اور مجھ اکیلے کو کیا ہوئی سارا جلسہ سرور تھا۔ ہر چہ سے یہ پایا جاتا تھا کہ وہ اُس وعظ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے کیونکہ اُس وعظ کو سنکر یہ امید پڑتی تھی کہ ندوہ کی مہر و ملت اہل اسلام کو پھر ایسے علمائین گے جو مسلمانوں کو میدان ترقی میں پیچھے ہٹانے کے

بجائے جسکے لیے علماء بدنام ہو چکے ہیں آگے لیجانے کو تیار ہونگے اور تنگ خیالی کے بجائے وسیع خیالی کی بنیاد ڈالیں گے۔ بجائے یہ سوچنے کے کہ کس قدر چیز و راہ کو حرام کر دیا جائے اور کتنے لوگوں کو اسلام سے خارج کر دیا جائے اسپر غور کریں گے کہ کتنی چیزوں کو حلال کرنا ممکن ہے اور ایسے مساعی سے کام لیں گے کہ جنسے مسلمان دنیا میں معزز اور کامیاب اور عاقبت میں سرخرو ہو جائیں۔ شاید کوئی اس جلسے کو دیکھ کر کہدے کہ مسلمان کیا فی الحال مغز نہیں ہیں؟ یہ شان۔ یہ شوکت۔ یہ اچھے اچھے کپڑے۔ یہ بڑے بڑے عمامے۔ یہ نئی نئی وضع کی ٹوپیاں کہیں لیس کی اور کہیں پھندے دار۔ یہ ایک خوشحال اور معزز قوم کے افراد نظر آتے ہیں یا غیر معزز کے؟ تو میں یہ جواب دوں گا کہ ذرا اس آئینہ خانے سے باہر نکل کر چشم کو بہر تماشا و ایکیجی اور اسی جگہ گاہ کے گرد و نواح میں مسلمانوں کے مکانات پر نظر ڈالنا شروع کیجیے ہر طرف جو ٹوٹی اور بے چراغ جھوٹری نظر آئے گی وہ مسلمان کی ہوگی۔ جاڑے کے باوجود اگر کوئی برہنہ تن نظر آئے گا تو وہ مسلمان ہوگا۔ سٹری لنگوٹی باندھے ہوگا تو وہ مسلمان ہوگا۔ قلیل مزدوری والی محنت کرتا ہوگا تو وہ مسلمان ہوگا۔ علم انگریزی بے بہرہ ہوگا تو مسلمان ہوگا۔ علم دین سے بے خبر ہوگا تو مسلمان ہوگا۔ تو ہاسک گھل ہوگا تو مسلمان ہوگا۔ پریوں کے سائے والی اور مسوڑ عورتوں سے حالات مستقبل پچھنے والا ہوگا تو مسلمان ہوگا۔ کسی جھنڈے کو پوجتا ہوگا تو مسلمان ہوگا۔

کیون صاحب ان حالات کے ہوتے مسلمان دنیاوی حیثیت سے یا دینی حیثیت سے فخریہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اسوقت ایک معزز قوم ہیں اور عزت کی زندگی بسر کر رہے ہیں؟۔ کوئی منصف مزاج آدمی ہماری اس حالت میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا اور اگر کرے تو وہ قوم کو دھوکے میں رکھنا چاہتا ہے یا خود بیچارہ قابل رحم ہے اور دھوکے میں ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ مسخ ہوئے ہوئے پھرے جو ہر شہر کی گلی کو چرن میں افلاس زدہ اور قحط میں دبے ہوئے مسلمانوں میں نظر آتے ہیں۔ یہ کندہ شدہ ذہن یہ عقلمیں جنہرے پڑے

پڑے ہوئے ہیں اُن اسلاف کے اخلاف کی بہن جنھوں نے کیا باعتبار فتوحات ملکی و مالی اور کیا باعتبار علمی و دینی چین سے لیکرا نزل تک نور ہی نور پھیلا دیا تھا

فخر سب جاہن اُنکے قوم جو جسکی ذلیل | فخر و عزت کے مٹا کر نشان آئے ہیں ہم  
 قومی عزت سے شخصی عزت حاصل ہونے کی مثال پوچھو تو اپنے حکمرانوں کو دیکھو جس ملک  
 میں ایک انگریز چلا جائے ساری قوم اور حکومت برطانیہ اُسکے جان و مال کی حفاظت  
 کی ذمہ دار ہو جاتی ہے اور ایسے انگریز دنیا کے ہر حصے میں جان اُنکی سلطنت نہیں بھی  
 پہنچی یون اکر اکر اکر کے چلتے ہیں جیسے دہانکے قلعوں پر بھی انگریزی جھنڈا لہرا رہا ہے اسی  
 اعتبار سے انگریز خواہ غریب بھی ہو صاحب عزت اور صاحب اعتبار گنا جاتا ہے چین  
 کے تازہ ہنگامے کا قصہ آپ اکثر انگریزی اور دیسی اخبارات میں دیکھتے رہے ہونگے  
 سارا جھگڑا کس بات پر اٹھا صرف اسی پر کہ عیسائی پادریوں کو اذیت پہنچی اُنکی قوم بلکہ  
 تو میں اُنکی امداد کو آن موجود ہو میں یہ دوسری بات ہے کہ ایسا کرنے میں اُنکی ملکی اغراض  
 تھیں۔ صاحب یہ فتوحات تو انعام ہے جو انکو اس ہمدردی قومی کا ملتا ہے اس طرح قومی ذلت  
 سے اگر شخصی ذلت کی مثال پوچھو تو اس حقارت میں ملتی ہے جس سے ہندوستانی  
 دنیا بھر میں اسوقت دیکھے جاتے ہیں کوئی نہیں دیکھتا کہ ہندوستانیوں میں بھی ایسے ایسے  
 آدمی نکلے ہیں جو اگر یورپ میں ہوتے تو یورپ کے لیے بھی مایہ ناز ہوتے۔ کوئی نہیں  
 دیکھتا کہ ہندوستان کے شرفا بھی اپنی وضع کی اچھی مثال رکھتے ہیں جو موجودہ تہذیب  
 اور روشنی سے بہت قدیم ہے۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ ہندوستانیوں میں اسوقت سلطنت  
 برطانیہ کے زیر سایہ ایسے ایسے بڑے تابدار رہتے ہیں جو اگر فرنگستان جیسے آزاد ملک  
 میں خود مختار ہوتے تو دنیا کی طاقتوں میں شمار ہو سکتے۔ کوئی نہیں خیال کرتا کہ اُن صاحبان  
 کے ماتحت بعض بعض جگہ اس دل و دماغ کے مدبر ہیں جو اگر کسی قدر دان علاتے میں ہوتے  
 تو اُنکی سیاسی لیاقت کی دھوم مچ جاتی۔ کوئی نہیں سوچتا کہ انھیں ہندوستانیوں میں اچھے چھو

مالدار اور ذمی جاہ اور بالیاق رئیس موجود ہیں جو انگلستان کے امرا کے طبقے سے نسبت رکھتے ہیں صرف لاکھوں حکم الکل پر عمل درآمد ہے۔ ان سارے معزز طبقات کے انفرادی کٹھن اگر ہزاروں تک ہو تو جہلا اور غرا اور گداؤں اور ناسائستہ لوگوں کی تعداد لاکھوں کیا چیز ہے کروڑوں تک پہنچتی ہے اور ان کروڑوں کی عادات و اطوار کے نقصون کو دیکھ کر خیر تو میں ہندوستان کی حالت کا اندازہ کرتی ہوں اور اگر ہندوستان کے لوگ بحیثیت توہی دنیا میں اس وقت معزز ہوتے تو یہ جنت نئی دکن کی کے صدمے اٹھانے پڑتے ہیں اور ہر طرف سے یہ سننا پڑتا ہے کہ اس نوآبادی سے ہندوستانیوں کو نکال دو۔ اس علاقے میں نہ گھسنے دو۔ یہ پیش نہ آتے اور برقعہ سے ان لوگوں میں جس کے کھالنے کے روز افریقہ میں اور آسٹریلیا میں احکام صادر ہوتے رہتے ہیں یا جتنے حقوق سے بے پروائی کی جاتی ہے۔ بہت سے مسلمان ہیں اور گو وہ مسلمان خوشحال مسلمان ہوں گو وہ خوش خور ہوں خوش پوش ہوں۔ خوش عالم ہوں۔ بیان والوں کی شامت اعمال انھیں بھی پیچھے گھسٹے لیو جاتی ہے۔ قوم کی عزت سے ہر فرد کی خواہ وہ بذاتہ باکمال یا لائق یا ذی جاہت نہ بھی ہو۔ عزت بنتی ہے اور قوم کی ذلت سے ہر فرد کی خواہ وہ اوج کمال پر پہنچ جائے عزت بگڑنے کا اندیشہ رہتا ہے آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمان ایشیا میں افغان خصوصاً آجکل بہادری میں شہرت رکھتے ہیں اور گو انہیں سے ہر ایک دلیر اور شجاع نہ بھی ہو پھر بھی ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ ان کا رعب لوگوں کے دلوں پر کس قدر ہے کسی سے زیادتی بھی کر بیٹھیں تو وہ چپ ہو رہتا ہے برخلاف اسکے ہندوستان کے بعض حصوں کے باشندے بالعموم ایسے خیف اور ڈبیلے پتلے اور کمزور ہوتے ہیں کہ گمان ہوتا ہے کہ ہوا کے جھوکوں سے اڑ جائیں گے اور دوسرے انکو کمزور مار کھانے کی نشانی سمجھتے ہیں تو لوگ انکو اسی نظر سے دیکھتے ہیں جس سے انکی جماعت کو دیکھا جاتا ہے۔ دور کیوں جاتے ہوا اپنے مذہب کے پیشواؤں کی مثال کو دیکھو۔ خلفاے راشدین تمام دنیا کے

بتخت سے کنارہ کش رہنے کے باوجود جو ایسا رعب داب رکھتے تھے جو بعد میں مسلمان  
 بادشاہوں کو بھی باہمہ فزوشان شاہنشاہی نصیب نہیں ہوا، اسکا بھید کیا تھا؟ وہ خود  
 بڑھتے بڑھتے اپنے ہمراہیوں کو بڑھانے کے لیے اور انکی جمیعت کا متفقہ اثر تھا کہ وہ  
 چاہے سادے کپڑے پہن کر بھی لشکر کی سر لشکری کو نکل پڑیں اس لشکر اور لشکر کے  
 ایک ایک فرد کا ہی ایسا رعب تھا کہ لوگ انکے نام سے کانپ جاتے تھے اور دوسرے  
 بادشاہوں میں سے اکثر ایسے ہوئے جو خود تو بڑھے ایسے کہ دنیا دی جاہ و جلال میں عاذا  
 اللہ خدائی، کہے دعویٰ کرنے لگے اور رعایا کی خبر گیری نہ کی رعایا بجاے عزت کے  
 بے عزتی کی زندگی بسر کرنے لگی نتیجہ کیا ہوا۔ گو انکے نکلنے پر قرنائین ٹھکتی تھیں طبل جنگ  
 بجتے تھے۔ ہاتھی قطار در قطار نکلتے تھے نقیبوں اور چوہداروں کا گردہ ایک طرف <sup>نظر</sup>  
 اور علم برداروں کا فریق ایک طرف۔ سمند ناز ایک طرف اور جولان و ترک ناز ایک طرف  
 مگر کوئی در عوب نہیں ہوتا تھا کیونکہ ہر شخص جانتا تھا کہ فرج میں بندگان زر بھرتی ہیں۔  
 بہادری اور جفا کشی کم ہوتی جاتی ہے شجاعت کی روح اور اسکے تازہ رکھنے کا حساب  
 چل چکے ہیں اور صرف ایک نقل باقی ہے۔ بادشاہ سلامت تو زرق برق اور فوق العہد  
 میں خاصے ٹھہر کے تماشے کے بادشاہ بنے ہوئے ہیں اور فرج دکھیں تو جھٹھڑے پنے  
 ہوئے ہے۔ دہی مثال ہوتی تھی جیسے بعض وحشی جمشی اقوام کے سرداروں کی سواری  
 نکلتی ہے آپ نے سنا ہوگا کہ افریقہ میں اب تک بہت سی وحشی قومیں آباد ہیں۔ گو  
 مسلمانوں نے شمالی افریقہ کی تاریکی کو مست کچھ رفع کیا اور بعض باہمت اہل اسلام وسط  
 افریقہ میں بھی علم محمدی گاڑ آئے اور گوب فرنگی پادریوں اور فرنگی حکومتوں کی کوششوں سے  
 سواحل جنوبی و مغربی و مشرقی پر تہذیب کا درد درہ ہونے لگا ہے تاہم امین کلام نہیں  
 کہ انسان کی اس حالت کے جس میں وہ بہائم کے قریب قریب ہے جیسے نونے افریقہ  
 کے بعض حصوں میں اس وقت تک ملتے ہیں اور کہیں نہیں نظر آتے۔ ان وحشیوں کے

سردار جسوقت کسی دوسری قوم سے لڑنے نکلے ہیں تو اسکی عجیب کیفیت ہے جو قوم کی قوم  
 برہنہ یا برہنہ قریب اور ایک سردار صاحب ہیں کہ سر سے پانوں تک سب سے ہونے ہیں  
 ذرا سجاوٹ کی تعریف ذہن نشین کر لیجیے۔ یہ ہار سے بان کے زر دوزی کیڑے رشتوں میں  
 اور طلائی تھکے وہاں میسٹر نہیں کسی شیر یا پھینے کی کھال پس پشت لٹک رہی ہے۔ سیاہ  
 ماتھے پر کوئی بھلا سا سرخ ٹیکا لگا ہوا ہے جو عجیب سا دکھا رہا ہے۔ آستینوں پر نیلے نیلے  
 داغ یا حلقے سوئی سے چھید کر اور آستین نیل یا سرمہ بھر کے بنا لیے ہیں۔ جانور کی کھوپڑیاں  
 اور ٹہریاں لیکر ایک کنٹھ مالا سی بنائی ہے وہ گردن میں ڈالے ہوئے ہیں اور کوئی بھلا سا  
 ہتیار لیے اڑے آتے ہیں گو یا کہ ایک ہیل دمان ہیں کہ جس تلے کے دروازے کو ٹکڑے  
 لگائیں گے توڑ ہی ڈالیں گے۔ مقابلہ اگر کسی مذہب قوم سے ہوتا ہے تو خواہ چھند ہی  
 مذہب سپاہی ہوں سردار جیش اور گروہ جیش پر۔ بے اختیار ہنس پڑتے ہیں۔ اُنکی نظر میں  
 نہ لشکر کی وقعت ہو نہ سر لشکر کی۔ وہ جانتے ہیں کہ ہزوق کی ایک آواز میں یہ سب لوگ  
 فخر و ہو جائیں گے اور جب کو کوئی لگ جائے گی وہ ادھر ادھر دیکھے گا اور حیران ہو گا کہ کیا  
 لگا اور کہاں لگا صرف یہ محسوس کرے گا کہ جان نکلی جاتی ہے اور دوسرے ایسے چڑھے  
 ہونگے کہ بندوق چلانے والوں کو زبردست سحر جان کر فوراً سر اطاعت میں  
 پر رکھ دیں گے۔

یہ ہے حالت اُن قوموں کی جو ذرا سے نکلنے کی کوشش نہیں کرتیں یا نہیں  
 کر سکتیں سنا اور معزز اقوام کے سامنے آتے ہی یوں صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہیں  
 آفتاب کی چمک سے چکی بنیں اور کمرے کے دم میں دھوئیں اڑا دیتی ہے ہمیں عبرت حاصل  
 کرنی چاہیے اور عزت کے راستے ڈھونڈنے اور ہر فرد قوم کی تکلیف کو محسوس کرنا لینا  
 چاہیے ورنہ اپنا بہ حیثیت، قومی انجام محسوس

بیل اور گوند جیسے بے نام کے نشان ہیں

سنبھلو و گرنہ رہنا یہاں پہلے پڑے گا

یہ بھی کوئی عزت کی زندگی ہے کہ مفلسوں اور قلاشوں کا تو کیا ذکر، ہمارے متوسط طبقے میں لوگوں کی ایسی حالت ہو کہ بیمار ہوں تو دوا کے لیے خرچ نہ ہو اور دوا کے لیے خرچ بن پڑے تو حکیم کی فیس نہ ملے۔ اٹھیں اور گرتے پڑتے کسی پرانی وضع کے غیر بزرگ کے مطب تک پہنچیں اور دست سوال دراز کر میں۔ حکیم صاحب ذرا کمانسی کی گولیان تو عنایت کیجیے گا کوئی پوچھے کہ کھانسی کی گولیان حکیم صاحب کے ہاں کیا مفت آتی ہیں؟ آخر انکے دام لگے ہیں۔ آپ ویسے تو بڑا مہربان ہیں اگر کوئی کہے کہ مانگتے ہو اور صہل یہ ہے کہ مانگ لے ہے ہو خیر یہ بھی سہی کہ پڑانا خیال چلا آتا ہے کہ حکیم کے علاج میں اثر ہی جب ہوتا ہے کہ بے علاج یہ تو بتائیے کہ کئی دفعہ آپ چاہتے ہیں کہ حکیم صاحب مشورہ بھی مفت ہی دیدیں اور گھر پر بھی منت خوشامد سے ہی آجائیں اگر وہ کوئی بامروت حضرت ہیں تو آجائیں گے مگر اتنا تو سوچو کہ آخر وہ کیا بناتے ہیں۔ ایسا کیا حق ہے کہ ہمیشہ انکی خدمات مفت مانگتے رہیں۔ کیا یہ عزت کی زندگی ہے؟ کہ لڑکے کو کتب میں ایجاؤ اور میاںجی سے کہو کہ اس لڑکے کو حضور کی سٹا گرمی میں دیتا ہوں اسے اپنا خادم آصو کیجیے اور درس سے مستفید فرمائیے پوچھو کہ میاںجی کو کیا دیا کرو گے؟ اجی یہی عید بقرہ کے عیدی کے پیسے کبھی تو ہمارے دن کی روٹی اور سپارہ ختم کرنے کے بتائیں۔ اسے میان علم ایسی دولت ہو کہ اُسے ایسے سستے داموں لینا چاہتے ہو۔ یہ بھی کوئی عزت کی زندگی ہے کہ سرکاری یا امدادی یا اسلامی مدرسے میں لڑکے کو داخل کرنے لے گئے اور ساتھ ہی داخلہ اور فیس کی معافی کی درخواست دیدی۔ اعتراف کرنا پڑتا ہے اور ندامت کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے پنجاب میں جو انگریزی مدارس سے مسلمان طلبا نکلتے ہیں ان میں ایک بڑا حصہ ایسے طلبا کا ہے جو تعلیم ہی نہ پاسکتے اگر سرکار نے جو جلی کے موقع پر مسلمانوں کے لیے خاص وظائف نہ مقرر کر دیے ہوتے اور اگر سرکار بعد میں انکو بحال نہ رکھتی۔ انھیں دنوں میں پھر تجدید معیاد وظائف کی درخواست کی فکر تھی کہ گورنمنٹ پنجاب نے انکی توسیع بلامعیاد منظور فرمائی جسپر سچا اظہار

شکرگزاری کیا گیا۔ اس حالت میں تو ایسی امدادِ مغفناات سے ہے۔  
 مگر کیا تو غم بت و تپک ایسی رعایتی امداد سے فائدہ اٹھا سکتی ہے بغیر اسکے کہ اسکی عزت  
 پر دہبہ لگے۔ ان دنوں میں جو مسلمانوں کی پریکٹیکل انجمن قائم کرنے کی تحریک بعض اطراف  
 میں ہو رہی ہے اور اُسپر مختلف مضامین لکھے جا رہے ہیں ان میں ایک مضمون ہمارے  
 پنجاب کے لائق اور زبردست مضمون نگار مولوی محمد شاہ دین صاحب بیٹراٹیا  
 کے قلم سے نکلا ہے اُسکی ایک بات بیان خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ اُنھوں نے  
 اس خیال کی جو بعض دلوں میں جاگزیں ہیں تردید کی ہے کہ سرکار انگریزی مسلمانوں  
 کے ساتھ خیرات کے طور پر انکو غریب اور بیکس اور واجب الرحم سمجھ کر چھوڑ عائدتین کر  
 رہی ہے۔ اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اگر کمین کہیں مسلمانوں سے کچھ خاص سلوک  
 کیا جاتا ہے تو اسکی تقاضی وہی ملکی اور سیاسی حکمتِ علی ہوتی ہے جسکے سبب بعض  
 دفعہ مسلمانوں سے بھی نہایت قلیل تعداد والی جماعتوں کے ساتھ خاص سلوک کیا جاتا  
 ہے۔ اس سلسلے میں اُنھوں نے ایک مردانہ فقرہ لکھ دیا ہے اور وہی کی طرف متوجہ ہو کر  
 اشارہ کیا ہے اس فقرہ کا یہ مطلب ہے کہ اگر سرکار ہمیں محض خیرات کے طور پر بغیر اسکے  
 کہ ہم مستحق یا قابل ہوں عمدے وغیرہ دیتی ہے تو بعد اس خیرات کو لاج بند کر دے  
 کیونکہ ہمیشہ خیرات کمانے والے لوگوں میں عزت اور حمیت کا تخم باقی نہیں رہتا اور  
 انکی زندگی عزت کی زندگی نہیں رہ سکتی جسکا کوئی بھلا آدمی خواہان ہو سکے بلکہ ایسا  
 جینا ہو جاتا ہے جس سے مر جانا بہتر ہے یہی وجہ تھی کہ پیغمبر عرب نے نسلِ سادات کے  
 لیے زکوٰۃ لینے کی یہی سخت ممانعت کر دی تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چاہتے تھے کہ  
 اُنکی رگوں میں وہی خونِ ہاشمی دوڑتا رہے اور اُنکے دلوں میں وہی قریش کی  
 عورت موجزن رہے جسکے ذریعے سے دنیا میں ایک بھونچال آگیا تھا۔ گو مسلمان  
 اپنے عروج سے گرے اور اُنکے ساتھ سادات بھی خستہ حال ہوئے مگر کیا سبب ہے

کہ سادات کی بزرگی اسوقت تک مسلمانوں میں مسلمہ رہی مگر ہمارے ہی ہمسایہ ہندوؤں میں  
 برہمنوں کی قوم کی وہ عزت شان مٹ گئی جو برہما کے منہ سے نکلے ہوئے لوگوں کے  
 شایان تھی اسلئے کہ سادات میں تو کچھ خیرات کھانے پر آتر آئے مگر بہت سے اپنی آن  
 سنبھالے رہے مگر برہمن آریاوت کے ادبار کے دنوں میں علم کی تلاش۔ دنیا سے  
 کنارہ کشی۔ لوگوں کی ہدایت جیسے اہم کاموں کو چھوڑ کر محض بندہ شکم ہو گئے۔ اب جہاں  
 کہیں برہمن بڑھے بھی تو اس حالت میں کہ خیرات خوری کا نہ ہو اُنکے قومی جسم میں  
 مرایت کرنے لگ گیا تھا ابھی پورا کام کر نہیں چکا تھا کہ بعض ہمدردوں کو خبر ہو گئی اور  
 اُنہوں نے وہ عادت ترک کر دی ہمت سے کام لینا شروع کیا اور بجای روباہ  
 مثل کیطیح پڑا رہنے کے اور دوسروں کے تشکار کا انتظار کرنے کے ملازم اور  
 اُسکے ذرائع کے حصول میں شیر درندہ بن گئے جس قوم کو ابھرنا ہو جس قوم کو قوم  
 بننا ہو جسکو ہم چشموں میں عورت حاصل کرنا ہو اُسکو خیرات کھانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔  
 خیرات کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ لوگ عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ خیرات مانگنے کی صرف وہی صورت  
 ہے جیسے کہ اپان راہ نشین ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگتے ہیں۔ نہیں صاحب اسکے  
 سوا بھی صورتیں ہیں۔ جب آپ کسی لگنے والے کے پاس جاتے ہیں اور اُسکو کہتے  
 ہیں کہ ایک مضمون تو لکھ دو اور اُسے کچھ ہنیں دیتے تو یہ بھی ایک صورت بھیک  
 کی ہوتی ہے لگنے والوں کو اکثر ایسے حضرات سے سابقہ پڑتا رہتا ہے۔ آئے کہ  
 صاحب ذرا ایک گھنٹہ بھر کی تکلیف کیجیے گا۔ ایک مضمون لکھو انا ہے۔ آپ کا نام سنا  
 ہے۔ آپ سے بہتر کون لکھے گا۔ آپ قومی ہمدرد ہیں۔ ذرا تکلیف فرمائیے۔ عموماً رکو کہ  
 مطلق اپنے فرائض سے فرصت نہیں اور وہ رہے جاتے ہیں اس مردت کو کہاں تک  
 کوئی سبب اگر سنتے ہی نہیں اگر کوئی پوچھے کہ صاحب آپ نے مضمون لکھوایا تو کچھ  
 معاوضہ محنت بھی دے آئے تو فرمائیں گے "اُٹھ۔ اگر دام دے کے ہی لکھو انا ہوتا

تو ہندو کلمنے والے تھوڑے تھے کہ ہم مسلمان کو ڈھونڈنے جاتے۔ اگر اتنا بھی ہو سکے تو یہ قومی بھردی کے دعوے کیا ہیں؟ کوئی ان بندگانِ خدا سے اتنا تو پوچھے کہ بھائی قومی بھردی میں دنیا بھر کے ذاتی کاموں کا تو کوئی ٹھیکہ دار نہیں ہو سکتا۔ آپ کبھی کسی درزی سے بھی جا کر کہتے ہیں کہ ذرا ایک کرنا تو ہمیں مفت سی دینا۔ جو تے دل سے بھی کہتے ہیں کہ جو تا تو خدا واسطے بنا دینا۔ اسمین شک نہیں کہ اس ملک کے دیہات اور قصبات میں اتنا رواج ہے کہ بٹن گر گیا درزی سے کہا "خلیفہ ذرا یہ بٹن ٹانگ دینا" خیر وہ نہج ہو کر ٹانگ دیتا ہے۔ مگر اس بات کے نتجان کے لیے کہ اچکا حق ہے کہ اتنا کام بھی دوسرے سے بے مزد کرالین ذرا کھلتے کے کسی انگریز میٹر ماسٹر سے جا کر یہ فرمائش کیجیے دیکھیے کس توضع سے پیش آتا ہے۔ ارے بھائی جب چھوٹے چھوٹے پیشہ درون کے کام کے لیے اجرت مقرر ہے تو اہل علم اور اہل قلم یہ کیوں بھیدری ہے کہ حضرت ذرا ٹھہریے ایک خط لکھتے جائیے اب آپ چاہے ضروری کام کو ہی جا رہے ہوں۔ یا تو بیٹھ کر آدھ گھنٹے میں ایک بڑے میان سے حقیقت سنو اور پھر لکھ دو اور یا یہ سن لو "آجکل انگریزی جو پڑھ گئے ہیں دماغ ہی نہیں ٹھکانے رہا۔ کیا ذرا سی بات بھی منہ پھیر کر چل دیے"

میری رائے میں اگر حکیم صاحب سے امراضِ جسمانی کے علاج کے لیے دوائی مفت مانگنا اصل میں خیرات مانگنا ہے خواہ وہ اپنی حیرت سے پشیمانی سے ہا دین تو امراضِ روحانی کے ازالے کے لیے خیراتی شفا خانوں کے بھر دے رہتا اتنا درجے کی ذلت کی نشانی ہے۔ یہ تو آپ کو حضراتِ علمائے کل سے اپنے وعظان میں وضاحت سے بتا دیا کہ آپکی روحیں مریض ہو گئی ہیں اور جیسے کہ وہ مرضِ جاندہی اندر گھن کب طرح کہا جاتا ہے اور خیر نہیں ہوتی کہ مرض کیا ہے صعب ترین امراض ہوتا ہے اور طبی سرج روحانی مرض میں یہ اور مصیبت ہے کہ ہم آپ ہمیں مبتلا ہیں مگر اس سے آگاہ

نہیں۔ یہ بھی آپ سن چسکے کہ اسکے ازالے کے نسخے حکیم ازلی کے تجویز کیے ہوئے ہیں وہ ایک جامع کتاب میں رکھے ہوئے ہیں جسے قرآن مبین کہتے ہیں اسکے ساتھ سب سے بڑے اور سب سے آخری روحانی طبیب کے تجربے چند کتب میں درج ہیں جنھیں حدیث کہتے ہیں۔ اسکے علاوہ اور بڑے بڑے نامی حکماء روحانی نے اپنے معلومات کو بعض جلدوں میں ذخیرہ کیا ہے جنھیں کتب تفسیر و فقہ کہتے ہیں اور انکے جاننے والے اور پڑھنے والے اور سمجھنے والے اسوقت میں علما ہیں آپ ہی انصاف سے کیسے کہ آپ آج تک انکے خیراتی شفا خانوں سے ہی دوا پاتے رہے ہیں یا آپ نے کوئی محکمہ طب روحانی کا جاری کیا تھا جسکے لیے کوئی مستقل سرمایہ مقرر تھا جس سے یہ ڈاکٹر نسخہ ایہیں پاتے تھے جس سے یہ عمدہ عمدہ اور بڑی بڑی دوائیں اور طب کبخریت تھے جس سے یہ نئی نئی ترکیب کی دوائیاں تیار کرتے تھے کہ ہر مزاج اور آب و ہوا کے لیے انھیں ادویہ کی ایک خاص ترکیب ہو۔ جب آپ خیرات پٹانے رہے تو انکے دوا خانوں میں بھی وہی کچھ رہا جو خیراتی شفا خانوں میں ہو سکتا ہے وہی بڑے حکیم جی کے دوا ایک نسخے تین تولہ سنا رسہال کی ضرورت والے کو بھی ہی اور اسہال میں مبتلا کو بھی وہی۔ وہی میزان الطب اور طب احسانی وہی ہاضمہ کا چون اور نزلے زکام کی حلاط۔ اسی حضرت تھو کون سے کہیں بڑے پکتے ہیں جب تک آپ کڑا ہی میں روغن نہ ڈالیں۔

انگریزی خیراتی شفا خانوں سے جو آجکل تمام مشرق اور ذمی فہم لوگ جو علاج انگریزی کے مداح بھی ہیں متنفر ہوئے جاتے ہیں۔ کیا باعث ہو۔ یہی کہ اس میں دوا تک خراب ملتی ہے۔ ڈاکٹر سے نسخہ لکھواتے ہیں اسکو نسخہ لکھنے اور مشورہ دینے کی فیس ملتی ہے یا سرکار سے وہ اسکی اعلیٰ تنخواہ پاتا ہے اور دوکان سے جا کر اگر ان قیمتوں پر دوائی خریدی جاتی ہے۔ خیراتی شفا خانے میں آپ جانتے بھی ہیں

کیا ہوتا ہے۔ آئیے وہاں کے دوائی خانے کی آپ کو سیر کرائیں۔ یہ یاد رہے کہ  
 کلکتہ کو نظیر نہ دیجیے یہ تو دارالسلطنت ہو۔ اسکے تو ہر محکمے میں حکومت کی شان کا  
 کچھ نہ کچھ پر تو ہو گا کسی موضع یا قصبہ کے دوائی خانے کو بیجے۔ ایک ٹوٹی ملی مٹاری  
 میں چند شیشیان دھری ہیں۔ دو ایک میں سٹری سی کوئین ہے۔ ایک میں انٹی فرین  
 ہے مگر امتداد زمانہ سے خراب ہو چکی ہے کہیں دو چار سفوف اور دو چار عزم ہیں  
 ایک بڑی بوتل میں ایک چیز پڑی ہے جسے ایکو ایورا کہتے ہیں۔ اس نام سے  
 گھبرائے ہیں اسکے معنی ہیں صاف پانی کا اطبا کا ہر ملک اور ہر زمانے میں یہ خاصہ  
 رہا ہے کہ معمولی چیزوں کے لیے بھی بڑے بڑے نام تجویز کرتے ہیں تاکہ مریض انکو  
 عام چیزیں سمجھ کر نظر حقارت سے نہ دیکھے۔ تھنی اگر کسی کو دین گے تو کہیں گے  
 اصل السوس۔ سولف تجویز کریں گے تو بادیاں۔ اسی طرح انگریزی میں ڈاکٹر بجائے  
 واٹر کے ایکو ابولتے ہیں۔ مگر خیراتی شفا خانوں میں بعض دفعہ یہ پانی تک صاف  
 نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ جو بھر کے رکھا دیر تک بوتل کو دوبارہ نہیں بھرا گیا۔ یہ کب  
 تو ہے مگر آپ ہی کیے آپ کو شکایت کا کیا حق ہے۔ اجی جب مفت مانگتے ہو  
 تو دینے والے کی مرضی جیسی چیز اسکا دل چاہے آپ کو دے آپ کا کیا اجارہ ہو  
 کہ دست سوال بھی دراز کریں اور یہ بھی کہیں کہ آئے بھی ہر طرف سے فورم اور  
 پلاؤ اور جرب نوالے۔ ہاں اگر جرب نوالے چاہتے ہو تو ہمت سے کام لو اپنی  
 ضرورتوں کے لیے آپ سامان بہم پہنچاؤ اور معزز قوموں میں شمار ہوا۔ اس  
 ندوۃ العلماء کا مقصد ہے کہ ہمارے روحانی امراض کے ازالے کے لیے حکمای  
 حاذق کی ایک جماعت پیدا کرے ایک ایسا مدرسہ اطبا قائم کرے جسکے پڑھے  
 ہوئے مستند سمجھے جائیں اور مریضوں کے دلوں میں ان پر بھروسہ پیدا ہو کیوں کہ  
 علاج کے کامیاب ہونے کے لیے مریض کے دل میں حکیم کی عورت اور قدر و منزلت

موجود ہونا لازم ہے۔ اُن معالجوں کے ہاتھ میں نئے اور پرانے زمانے کی کتابوں کا ایک معقول مجموعہ ہو۔ انکی دوائیاں نئے اور پرانے اجزاء کی جامع ہوں۔ اونکے آلات جراحی اور مرہم و نون زمانوں کے تجربوں کا نتیجہ ہوں۔ اور اس ساز و سامان کے ساتھ وہ مصروف علاج قوم ہوں۔ دیکھیں تو پھر ہم کیوں نہیں اُبھرتے پس شرط ہو تو اتنی کہ معزز قوموں کے پہلے اصول پر مضبوطی سے کار بند ہو جاؤ اپنی مدد آپ کرو۔ اپنے علاج کے اخراجات آپ برداشت کرو اور اپنے بڑوں کی لاج رکھو کیونکہ وہ ایسے زمانے میں "عزت کی زندگی بسر کر گئے ہیں جبکہ دنیا میں بہت کم لوگ اس فقرے کا مفہوم سمجھتے تھے۔

### قصیدہ عربیہ مولوی عبد الجبار صاحب

متفرقا عن شبکہ الحثمان  
ذوالفقار قبہ والغنی ستان  
لمترض کانت عند ذابھوان  
بلذائذ النعمات والریحان  
زانوابہا بجائب الالوان  
اهل لعقول وزمرۃ الاعیان  
بفواکھ وشقائق النعمان  
صاوا علی القریات والبلدان  
ونہارہم قد صانع بالعدوان  
بطش الالہ القاہر الدیان  
خابوا وقد خروا علی الاذقان

نسم الاناسی کان ذاطیران  
کل البریۃ للمنیۃ مرکب  
النفس ان رضیت بذالبحجت وان  
قد عاش فی الدنیا ملوک حقبۃ  
عمر واقصور اللثواء وشیدوا  
وبتواربی عاشا سخات حیرت  
غرسوا حدائق عابقات التحفت  
جمعوا العساکر والمخزائن سطوة  
باتوا بقینات وخرم مسکر  
فعلوا بما شاءوا ولما یتمتوا  
لہا اتاہم صوت موت بغنۃ

لم يبق من افواجهم ومتاعهم  
 دنيا هموا والدين صناع كلاهما  
 اين الذي قد جاء موسى عنده  
 اين الجنود وملكه وسلاحه  
 قد تب عاد قومه و دفعة  
 فالوت حق ليس منه محاصر  
 ان اللد واولذات رب خالق  
 فتأهبوا يا اخوتي لم ماتكم  
 كم من زمان قد صرفتم في الخنا  
 كم من متاع قد اضعتم في الهوى  
 ربما شفقتكم بالمهارة و ثغرها  
 اين الغرام عزام دين محمد  
 اين اشتغال بالمحدث وفقهه  
 داء الجهالة والبطالة قد سرى  
 مرض النفاق وفرقة وتشتت  
 ان قام منهم واحد لهداية  
 وسعى لاصلاح الاناس مجاهدا  
 كذبت عليه و افترت وتقولت  
 في كل يوم سعيهم ان يطفئوا  
 والله يدفع مكرهم وخذ اعهم  
 لان قامت ندوة العلماء

شيء ولا تطل من البنيان  
 خسروا بانفسهم من الطغيان  
 بل طائف الآيات والفرقان  
 قد اغرقوا بالخزى في الطوفان  
 بالريح والتدمير والخذلان  
 ليس البقاء لعالم الامكان  
 حي وقيوم عظيم الشان  
 ورحيلكم من ذا المقاولان  
 وغرامكم بالقيود والعزلان  
 ومعارف النعمات والتسوان  
 ورميتوا بالخط والاجفان  
 لغرام الحسان ونير الاكوان  
 اين انقياد او امرالعتران  
 في الطبع والاعضاء والابدان  
 باد وحال القوم كالسكران  
 ونصيحة الاصحاب والافتران  
 لوصا و رب الخلق والرحمان  
 حسدا وحقدا عصبة الشيطان  
 نور الهدى والبارق الربان  
 ويعين اهل الحق بالبرهان  
 لاشاعة الاسلام والعرفان

برزت لتعليم الكتاب وسنة  
 اتى ارنها مثل بحرنا احضر  
 هي روضة فيها مطاعم حكمة  
 فيها فواكه الفة رمودة  
 فيها منا برلؤلؤ ونا برجد  
 فيها طيور ساجعات بالهدى  
 يا اخوتي قد كان فيها ربكم  
 فتفكروا في بدءكم وما لكم  
 وتجنبا اذ يغرا الشقاق فانه  
 ما كان قوم قط نال مرامه  
 بل فاز قوم واصلوا حرامهم  
 قد كانت الاعراب قبل بنينا  
 بغضاء هم ما بينهم كانت كما  
 بنت اذا ولدن لهم وادوا بها  
 لهم انهماك بالقمار ومسكر  
 طلعت عليهم بقة شمسه الهدى  
 نزلت عليهم رحمة من ربهم  
 فهذا هم وانحو الفلاح بجذيه  
 فتألفت ارواحهم وقلوبهم  
 يا حبا خلق النبي و حبه  
 نفسي فدء الهاشمي محمد

المختار من عرب ومن عدنان  
 حصباة كجو اهر اليتيمان  
 من تحتها الانهار للايقان  
 تلتذ منها نفس المجيران  
 ليقوم فيها واعظ المخلان  
 والعلم والتعليم والايمان  
 ونجاكم من زحمة الخسران  
 وتهيئوا للرشد والاحسان  
 يفضى الى الحرمان والاشجان  
 في حالة البغضاء والشنان  
 وتوافقوا بالروح والمجثمان  
 مثل ابها ثم سيما السرجان  
 بين المياة وشعلة النيران  
 لم يحسنوا بد الى الولدان  
 والفسق والهديان والبطلان  
 فزالن الظلمات باللمعان  
 واتي رسول اشرن الانسان  
 نجاهموا من ورطة الخسران  
 قد اصبحوا كالسقف والمجدان  
 للناس مثل الام للولدان  
 نور الخنادس مهبط القران

يا ليتنا كنا رأينا المصطفى  
 بتراب نعليه الكحلنا اعدنا  
 اين الرسول وصحبه وجنوده  
 اين الذي لقي النبي ومزارة  
 ان النبوة والرسالة قد خلت  
 قد غاب عنا نور خدام محمد  
 لكنكم يا اخوتي لا تقنطوا  
 تصلون يوما عنده ببشارة  
 ان غاب عنا وجهه وجماله  
 دين قوي صادق ومصدق  
 اعجاز هذا الدين حير عصابة  
 وفصاحة القان اعجز دأما  
 فلذلك الاعجاز يبقى لا تحما  
 فتعلموا علم النبي وفقهه  
 والسعي منكم واجب لحصوله  
 صحب النبي واهله وجنوده  
 الله يصلح فعلنا وكلامنا  
 ويوفق الرب الكريم لقومنا  
 ويزيد عزاندة العلماء  
 وظلالها يمتد اقطار الدنا

وبريقه نروى صدى لظمان  
 بضياءه يتلا لأ القمران  
 والمعجزات ووجهه النوران  
 واشتق من فيضانه الريان  
 والوحى منقطع بذى الايمان  
 غشيت لياالى البعد والحجران  
 من قربه ولقائه الريان  
 تجدون فيه حلاوة الملقيان  
 فالدين باق لم يغيب بزمان  
 قد جاءنا بالحق والبرهان  
 الحكماء والعقلاء في يونان  
 فضاء كل العقوم والبلدان  
 ابداً ويهرسائر الاديان  
 وتشبهوا بالمسالك المحستان  
 واطاعة المختار والرحمان  
 اهل الحديث واخذ والقران  
 ويزيل داء الذنوب العصيان  
 بحجة الاصحاب والاخوان  
 ويدبها بالمجد والسلطان  
 حتى تشيب مفارقا لغربان



## وظائف کی ضرورت

خدا کے فضل سے دارالعلوم کے ابتدائی درجے کامیابی سے چل رہے ہیں اسکی تعلیم و تربیت کی عمدگی اگرچہ اس اعتبار سے کہ وہ ہنوز ابتدائی حالت میں ہے اس قابل نہیں ہے کہ اسکو بطور نتیجہ کامیابی کے ملک کے سامنے پیش کیا جائے لیکن طرز تعلیم کی خوبی اور مدرسین کی محنت شاقہ کی وجہ سے چند دنوں میں اسکی شہرت ملک میں پھیل گئی ہے اور ہر طرف سے طلبہ چلے آتے ہیں اسکے کھلنے سے پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ عربی پڑھنے والے کہاں سے آئیں گے تعلیم کا سچا دوسری طرف پھر چکا ہے مگر خدا کا شکر ہے کہ باوجود ان قیود و شرائط اور بے سروسامانی کے اپنی ملک میں سے ایک سوسولہ طالب العلم دارالعلوم میں تعلیم پا رہے ہیں اور بہت قلیل معاش کے لوگوں نے بھی اپنے اوپر تنگی اٹھا کر اپنے بچوں کو یہاں بھیج دیا ہے اور انکی خورد و نوش کی کفالت کر رہے ہیں۔ اگر دارالاقامہ میں وسعت پیدا کی جائے اور طلبہ کو کثرت سے وظائف دیے جائیں تو امید ہے کہ اسقدر طلبہ پڑھنے کو آئیں جنکا صحیح اندازہ اسوقت نہیں ہو سکتا۔ اب بھی بہت کثرت سے طلبہ آتے ہیں اور اسوجہ سے واپس کر دیے جاتے ہیں کہ انکے وظیفہ کا کوئی انتظام نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوںکی حالت یہ ہو کہ انکا اکثر حصہ افلاس اور تنگدستی میں مبتلا ہو۔ اتنی استطاعت نہیں رکھتے کہ اپنے صرف سے اولاد کو تعلیم دلا سکیں۔ وہ اسکے خواہشمند ہوتے ہیں کہ تعلیم و تربیت کے انتظام کے ساتھ انکے مصارف خورد و نوش کا بار بھی دارالعلوم اٹھائے اور دارالعلوم میں کمی سرمایہ کی وجہ سے اتنی گنجائش نہیں ہو کہ کثرت سے طلبہ کو وظیفہ دیے جائیں ابھی تک کوئی شکل اسکے مستقل سرمائے کی نہیں نکلی۔ جیسے مدرسین ہم چاہتے ہیں انکے رکھنے کے لیے معقول سرمایہ چاہیے درگاہ میں ہونی چاہئیں مختصر یہ کہ دارالعلوم کا سرمایہ خود اسکی ضرورتیں نہیں پوری کر سکتا چر جائیکہ اس سے وظائف دیے جائیں۔ تاہم اسوقت میں وظیفہ دارالعلوم سے دیے جاتے ہیں اور جب قدر دیے جاتے ہیں وہ اسکے سرمائے کے دیکھتے ہوئے بہت ہیں۔

اس بات کی سخت حاجت ہو کہ جبکہ خدا نے قدرت ہی ہے وہ بخلہ مصارف کثیرہ کے حسبہ شد ایک دو  
 وظیفہ کا صرف بھی گوارا فرمائیں تاکہ علما اور مشرفا کی اولاد جو بے استطاعتی کی وجہ سے جاہل رہتی جاتی  
 ہو انکے صرفے پڑھ کر لکھے و بے عطف صدقہ چار یہ نہیں اور مسلمانوں میں پھر اسی شان کے علما پیدا ہوں  
 جنکے دیکھنے کو ہماری آنکھیں ترستی ہیں اور لیسے اسلام کا بول بالا ہو اور وہ دقتیں رفع ہوں جو قوت  
 پیش آ رہی ہیں۔ اگر کبھی کسی واعظ کی ضرورت پڑتی ہے تو ایسے نہیں ملتے جو اپنی زور تفریح پر اخلاق  
 اور مصلحت اندیشی سے لوگوں کے دلوں میں جگہ پیدا کر لیں۔ مدرسین کی ضرورت پڑتی ہے تو تمام  
 ہندوستان میں تلاش کیا جاتا ہے اور برسوں میں بھی کامیابی نہیں ہوتی اور مفتیوں کا تو نام ہی  
 نام ہو ایسے حضرات کمان ہیں جو ان نئی نئی پیچیدگیوں کو جو آجکل پڑ رہی ہیں حل کریں اور مسلمانوں کو  
 مخصوص نجات لائیں حقیقت یہ ہو کہ کئے کو تو دعوں اور مدرسوں اور مفتیوں کی کچھ کمی نہیں مگر بسیار  
 ونیست کا مضمون نہیں صادق آتا ہے۔ اگر مسلمانوں کو اس بات کی حاجت ہو کہ لکھے اخلاق  
 درست کیے جائیں اور شریعت کے احکام سکھائے جائیں اور انکے دنیوی کاروبار کی پیچیدگیوں کو  
 سنبھلایا جائے تو وہ خود غور کریں کہ ایسے دارالعلوم کی کس قدر حاجت ہو اور وظائف دے کر  
 طلباء کو کارآمد بنانے کی کتنی ضرورت ہو۔

وظیفہ اعانت کی مقدار پانچ روپیہ ماہوار ہے جس سے مصارف سکونت و خورد و نوش وغیرہ پورے  
 کیے جاتے ہیں۔ مقدار ایسی نہیں۔ ہے جسکو ہمارے روسا خوشی سے انگیز نہ کر سکیں ایسی تقریبیں کثرت  
 سے ہوتی رہتی ہیں جنہیں ہزار روپیہ ایک دو دن میں اُڑا دیا جاتا ہے پھر اس سے نہ دینی فائدہ  
 کے توقع ہوتی ہو نہ دنیوی نیکنامی حاصل ہوتی ہے۔ اور ہمیں تو ہم خراما و ہم ثواب کا مضمون ہے  
 دنیا میں بھی نیکنامی اور آخرت میں خداوند برحق کی خوشنودی اور حضور سرور عالم صلعم کا تقریباً  
 بڑھ کر کون دولت ہو مہمت اور توجہ چاہیے مہمت اگر سلسلہ جنابان شود بد مور تو اند کہ سلیمان شود  
 استیقت جن حضرات نے وظائف مقرر کیے ہیں انکی یہ مہربانی بہت شکرگذاری کے قابل ہو ان حضرات  
 سے پہلے ہم امیر الامرا ناصر الاسلام خان بہادر شیخ بہا الدین صاحب سی۔ آئی۔ اے۔ وزیر اعظم

جو ناگزیر کا ذکر خیر کرتے ہیں جنھوں نے دو وظیفے عنایت فرمائے ہیں اور آپ کی توجہ اسی پر توجہ  
 نہیں ہو بلکہ دارالعلوم کے قائم ہونے سے پہلے تلوار و بیہ سال ندوۃ العلماء کو دیتے تھے اور دارالعلوم  
 کے کھلبلیا نے پر اللہ سے درمگاہ کی تعمیر کے لیے عنایت فرمائے جو ان کے نام سے تعمیر کی گئی ہے  
 اور آپ دو وظیفے دیے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے مراتب میں روز افزون ترقی اور اسکے ساتھ ہی اس سے  
 زیادہ توجہ کرنے اور مدد دینے کی توفیق عنایت فرمائے۔

نواب وقار الملک بہادر مولوی مشتاق حسین صاحب رئیس امر و بھٹی ندوۃ العلماء کو ابتدا سے مردہ دیتے  
 رہتے ہیں اور تین سال سے ایک وظیفہ عنایت فرماتے ہیں آپ نے امر و بہ میں جس محبت سے وفہ ندوۃ  
 کا خیر مقدم کیا تھا وہ ہمیشہ ارکان کو یاد رہیگا۔ مولوی حکیم سید علی صاحب علم عدالت پر بھٹی علاقہ  
 حیدرآباد میں صاحب فضل و کمال اور علم دوست بہت بزرگ ہیں۔ آپ بھی ابتدا سے مبلغ و جمعہ اس  
 میں عنایت فرما رہے ہیں۔ مولوی شاہ منیر الدین احمد صاحب رئیس اسلامپور ہارسہ ندوہ کے  
 پہلے ہوا خاں اور محین اللہ وہ اسلا پور سکریٹری نوجوان فاضل اور بہت باہمت رئیس ہیں۔  
 آپ کا ذکر خیر کھلی کار داڑیوں میں ہوتا رہا ہے اور جویش بہادر آپ نے اب تک ہی ہے اس سے ہوا  
 ارکان و اہل بیت ہیں دو سال سے آپ بھی ایک وظیفہ دیتے ہیں اور اسکے علاوہ مدد و طاقت میں جذبہ

کے طور پر مشہور رقم فراہم کر کے بھیجتے رہتے ہیں۔ مولوی عبدالباری صاحب عظیم آبادی تاجر کلمتہ  
 اور فاضل محمد سعید صاحب رئیس کوٹلور سے بھی ایک ایک تیرہ اس سال مقرر فرمایا ہے علاوہ  
 ان حضرات کے اور جن لوگوں نے اس مدد میں روپیہ دیا جو ان سب کے واسطے ہم ناکار تھے میں کہانشہ  
 تھا۔ لے لگو دین روٹیا میں شاہ و آباد رکھے اس موقع پر ہم اپنی انجمن کے رکن خان بہادر شاہی شیخ  
 تاج بخش صاحب سس و انزیری خیر سرفیض آباد کے عطیہ کا ذکر کرنا ضروری سمجھے ہیں شیخ صاحب  
 دو سو روپے سال کی آمدنی کی جائداد دارالعلوم کے طلبہ ای غیر بھی کویا عطیہ اپنی جائداد و توفیق  
 سے علیحدہ کر دی ہو یہ فیاضی باعتبار استقلال سرمایہ کے بہت مسرت اور ولی اعتراض اور بیچے  
 سنگر گزاری کے قابل ہے۔ نندونہ کریم ان حضرات کا جو خیر ہے اور دوسرے مالوں کو توفیق نیک۔ ان



ندوة العلماء کے مقاصد

ندوة العلماء کے پانچ مقصد ہیں (۱) ترقی تعلیم (۲) طریقہ تعلیم کی اصلاح ضروری (۳) درست اخلاق (۴) رفع نزاع باہمی (۵) اہل اسلام کی بسوی عام اور یہ طے شدہ امر ہے کہ ہر ملک کو سیاست میں تعلق ہوگا ہر ایک مقصد کے مناسب عملی تجویزین قرار دی گئی ہیں جنکا اجرا مسلمانوں کی حالت موجودہ کیلئے نہایت ضروری اور ان کی دینی و دنیوی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اگر فضل ایزدی کے جاری کرنے اور قائم رکھنے میں موٹہ ہوا تو قوم کو راست فوائد کثیرہ حاصل ہونگے جنکا اجمالی اندازہ حسب ذیل ہے (۱) ترقی اسلام (۲) دہریت اور لٹاؤ کی بچگینی (۳) علمای کمال کا موجود ہونا (۴) احکام شریعہ کی پابندی (۵) خلافت سرع رسوم اور اطراف سے بچنا (۶) صنعت و تجارت کی ترقی (۷) حسب ضرورت مفید مسائل اور اختراعات جدیدہ کی تحقیق (۸) برباد کن نزاعوں اور جھگڑوں کا موتوت ہو جانا اور مسلمانوں کا معاش اور معاویہ کی اصلاح میں مشغول ہونا۔

ندوة العلماء کی اہمیت کے قواعد حسب مندرجہ ذیل ہیں

(۱) تمام کرام جنکو ندوة العلماء کے ساتھ ہمردی ہو اور تحریر یا تقریر کے ذریعے سے ہر کوئی کہتے ہوں وہ جہاں ہوں اور ہر حال میں ہوں ندوة العلماء کے رکن سمجھے جائینگے (۲) ہر وہ مسلمان ندوة العلماء کا شریک سمجھا جائیگا بشرطیکہ کم از کم ہمارے مضامین اور کے لیے سالانہ دیتا رہے اور خطے کی مقدار شریخص کی قدرت اور فیاضی ہر فرد کو دے دیں (۳) ارکان ندوة العلماء کے فرائض حسب مندرجہ ذیل ہیں (الف) احکام شریعہ کا پورا احترام کرنا (ب) باہمی اتحاد اور ارتباط کو برقرار رکھنا (ج) ندوة العلماء کے مقاصد و اغراض کے انجام دہی میں پوری کوشش کرنا (د) ہر وہ وجہ لانا ارکان ندوة العلماء کو بلا قیمت بجائے اور ہر نام میں تجویزیشن کہنا اور پیش قدمی میں ہر نام دینے کا حق ہوگا اور حسب انتظامیہ میں مہری کیلئے مناسب ہوگی بشرطیکہ ہر فرد ہر فرد اور جو پیش قدمی و اعمال سے رکھتے ہوں اور رکنیت حاصل نہ کیا ہے فرائض ادا کر سکتے ہوں (۵) ہر کس کو کسے نہیں پیدائے ہو چکی ہیں پوری قیمت اور مال انیس کی کتابیں استفائی و داد کے لئے ہر فرد کو







